نظام خلافت کیا ہے؟

- **نظامِ خلافت** اللہ تعالیٰ کی حاکمیت مطلقہ کے اعلان و اقرار اور قرآن و سنت کی غیر مشروط بالادستی کے عملی نفاذ کا نام ہے۔
- **نظامِ خلافت** اسلامی ریاست کے ہر شہری مسلم ہو یا غیر مسلم' کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے۔
- **نظامِ خلافت** اسلامی ریاست کے ہر شہری کی بنیادی ضروریات یعنی غذا' لباس' رہائش' علاج و تعلیم وغیرہ کا ذمہ دار ہے۔
- **نظامِ خلافت** تمام کائنات اور انسانوں کے خالق و مالک کے ابدی پیغام کو تمام دنیا کے انسانوں تک پہنچانے کا اہتمام کرتا ہے۔
- **نظامِ خلافت** اسلامی ریاست کے تمام شہریوں کو فوری عدل و انصاف فراہم کرنے کا ضامن ہے۔
- **نظامِ خلافت** میں مردوں اور عورتوں کے الگ الگ دائرہ کار معین ہیں۔ یہ نظام عورت کو پورا اختیار دیتا ہے کہ اللہ اور رسول ؐ کی قائم کردہ ستر و حجاب کی حدود کو پیش نظر رکھتے ہوئے بوقت ضرورت کاروبارِ حیات میں شرکت کر سکے۔
- **نظامِ خلافت** عورتوں کی عزت و ناموس کا محافظ اور حقوق نسواں کا پاسبان ہے۔
- **نظامِ خلافت** نہ صرف یہ کہ تمام انسانوں کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام اس نقطۂ نگاہ سے کرتا ہے کہ وہ اپنے مقصد حیات سے آگاہ ہوں' بلکہ اس کے مطابق ان کی رہنمائی اور مدد بھی کرتا ہے۔
- **نظامِ خلافت** مسلمانوں کے دلوں میں جذبۂ جہاد کی روح بیدار کرنے کا ضامن بھی ہے تاکہ حزب الشیطان کے حملوں کا مؤثر جواب دیا جا سکے۔

خلاصہ کلام :

نظامِ خلافت کا قیام وقت کی اہم ترین ضرورت ہے!

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اُس میثاق کو یاد رکھو جو اُس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی

جلد :	۵۰
شمارہ :	۶
ربیع الاول	۱۴۲۲ھ
جون	۲۰۰۱ء
فی شمارہ	-/۱۰
سالانہ زرتعاون	-/۱۰۰

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیرِ مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

ادارۂ تحریر

حافظ عاکف سعید
حافظ خالد محمود خضر

سالانہ زرتعاون برائے بیرونی ممالک

☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ 22 ڈالر (800روپے)

☆ سعودی عرب' کویت' بحرین' قطر' عرب امارات 17 ڈالر (600روپے)
بھارت' بنگلہ دیش' افریقہ' ایشیا' یورپ' جاپان

☆ ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق' الجزائر' مصر 10 ڈالر (400روپے)

ترسیل زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مکتبہ مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن' لاہور 54700' فون: 03-02-5869501
فیکس: 5834000 ای میل: anjuman@tanzeem.org
ویب سائٹ ایڈریس: www.tanzeem.org

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی: 67-گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ' لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110
ای میل: markaz@tanzeem.org

پبلشر: ناظم مکتبہ مرکزی انجمن طابع: رشید احمد چوہدری مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

Daily News

مشمولات

✿ عرضِ احوال ____________ ۳

حافظ عاکف سعید

✿ تذکرہ و تبصرہ ____________ ۵

دورۂ امارتِ اسلامی افغانستان —— مشاہدات و تاثرات

ڈاکٹر اسرار احمد

✿ اسلامی معاشرت (۳) ____________ ۳۵

اسلام میں عورت کا مقام

ڈاکٹر اسرار احمد

✿ منہاج المسلم (۱۵) ____________ ۵۸

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا وجوب اور اس کے آداب

علامہ ابوبکر الجزائری

✿ بحث و نظر ____________ ۷۱

کیا امت مسلمہ کو نئے ممالک فتح کرنے کا مسئلہ درپیش ہے؟

حافظ حامد محمود

✿ ظروف و احوال ____________ ۸۰

ملکی و ملی حالات پر امیر تنظیم اسلامی کے تبصروں پر مشتمل پریس ریلیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض احوال

حکومت کی ڈی اسلامائزیشن پالیسی

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی داخلی صورت حال بہت سے اعتبارات سے نہایت مخدوش ہے۔ امن عامہ کا معاملہ ہو یا عوام کو ہوشربا گرانی کے عفریت سے ریلیف دینے کا اور جمہوری حقوق کی بحالی کا معاملہ ہو یا معاشی استحکام کا' ہر اعتبار سے معاملہ چوپٹ نظر آتا ہے۔ تاہم سب سے زیادہ سنگین اور تشویش ناک معاملہ یہ ہے کہ کہ حکومتی سطح پر ملک سے دینی اقدار کی جڑیں کھودنے اور دینی اثرات کو زائل کرنے کی مذموم کوشش نہایت منظم انداز میں ہو رہی ہے۔ اس موضوع پر دو ہفتے قبل امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنے خطاب جمعہ میں مفصل اظہار خیال فرمایا تھا۔ اس خطاب میں چونکہ آیات قرآنی اور احادیث کے حوالے سے موعظت و نصیحت بھی شامل ہے اور ملکی داخلی ہی نہیں خارجی حالات کا بھی عمدگی کے ساتھ تجزیہ کیا گیا ہے لہٰذا اس کا خلاصہ ذیل میں ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے:

''آج مجھے زیادہ تر گفتگو ملکی اور بین الاقوامی حالات کے حوالے سے کرنی ہے۔

سورۃ الحج میں ارشاد ربانی ہے: ''کتنی ہی بستیاں ایسی ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا اور وہ ظالم تھیں تو پھر دیکھو لو کہ وہ چھتوں پر الٹی پڑی ہیں اور کتنے کنویں ویران پڑے ہیں اور کتنے محل بے آباد ہو چکے ہیں۔ کیا تم نے زمین پر چل پھر کر ان کا مشاہدہ نہیں کیا۔ پس اگر ان کے دل ہوتے تو ان سے وہ غور و فکر کرتے یا کان ہوتے جن سے سنتے۔ یقیناً کچھ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ اندھے ہوتے ہیں دل جو سینوں میں ہیں''۔ (آیات ۴۵'۴۶)

ان آیات میں ترغیب دی گئی ہے کہ انسان کو تاریخ سے سبق حاصل کرنا چاہئے کہ ماضی میں بہت سی قومیں تباہ ہوتی رہیں جیسے قوم عاد اور قوم ثمود نسیاً منسیاً کر دی گئیں۔ دراصل جب کوئی قوم اس درجہ پستی کو پہنچ جاتی ہے کہ نہ صرف اس قوم سے بلکہ اس کی آئندہ نسلوں سے بھی خیر کی کوئی توقع نہ رہے تو پھر اسے عذاب استیصال کے ذریعے ختم کر دیا جاتا ہے۔

اسی عبرت پذیری کا سبق ایک طویل حدیث میں ملتا ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا: ''میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا'' اس میں تین آخری باتیں یہ ہیں ''میں جب خاموش رہوں تو غور و فکر سے کام لوں۔ میں جب بھی بات کروں تو وہ اللہ کے ذکر پر مشتمل ہو۔ میرا دیکھنا عبرت پذیری کے ساتھ ہو۔''

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:

''سعادت منداور کامیاب انسان وہ ہے جو دوسرے کو دیکھ کر سبق حاصل کر لے''۔

ان احادیث اور آیات کی روشنی میں نظر آ رہا ہے کہ ہم نے ملکی معاملات کو اس جگہ پہنچا دیا ہے جہاں ایک خوف ناک تباہی ہمارا مقدر بن چکی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ کی رحمت ہماری دستگیری کرے۔ تاہم جس تباہی کی طرف ہم تیزی سے بڑھ رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا' لیکن ہم نے وعدہ خلافی کی اور یہاں اللہ کا دین قائم نہیں کیا۔ اس وعدہ خلافی کی پاداش میں عذاب کا پہلا کوڑا مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی صورت میں ہماری پیٹھ پر برسا لیکن ہم اس پر بھی نہ سنبھلے تو دوسری سزا یہ ملی کہ آپس کی منافقت ہم پر مسلط کر دی گئی۔ آج ہمارے ملک میں حکومتی منصب اور مقام کے لحاظ سے جو جتنا بڑا ہے وہ اتنا ہی بڑا جھوٹا اور خائن ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ اسلامائزیشن کا عمل جو اس سے قبل چیونٹی کی رفتار سے آگے بڑھ رہا تھا' موجودہ دور حکومت میں نہ صرف یہ عمل رک گیا بلکہ واپسی کا سفر شروع کر دیا گیا ہے۔ اسلامی تہذیب و تمدن کے بچے کھچے اثرات اور نشانات کو بڑی ذہانت کے ساتھ اور منظم انداز میں کھرچ کر ختم کیا جا رہا ہے۔ ان میں سے چند اقدامات درج ذیل ہیں جو موجودہ حکومت کی ڈی اسلامائزیشن پالیسی کا حصہ ہیں۔

(۱) انسداد سود کے عدالتی فیصلہ کے خلاف اپیل

ان اسلام دشمن اقدامات میں ایک انسداد سود کا معاملہ ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ نے آج سے دس سال قبل بنک انٹریسٹ کو ربا قرار دیا تھا۔ لیکن ''اسلامی جمہوری اتحاد'' کے کندھوں پر سوار ہو کر تخت حکومت تک رسائی کرنے والے میاں نواز شریف نے سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ میں اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی اور اس معاملے کو کم و بیش آٹھ سال کے لئے سرد خانے میں ڈال دیا۔ تاہم دو سال قبل سپریم کورٹ کے اپیلٹ بنچ نے بھی یہی فیصلہ دیا کہ یہ سود ہے لہٰذا اس نظام کو ختم کیا جائے اور جون ۲۰۰۱ء تک نیا نظام رائج کیا جائے۔ لیکن موجودہ حکومت نے جون تک سود کے خاتمے کی بار بار یقین دہانیوں کے باوجود اب پھر اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی ہے۔ حالانکہ ہمارے پاس بیرونی سود سے جان چھڑانے کا یہ سنہری موقع تھا۔ ہم سپریم کورٹ کے فیصلے کو بنیاد بنا کر بیرونی قرضوں پر سود کی ادائیگی سے یکطرفہ طور پر اسی طرح انکار کر سکتے تھے جیسے امریکہ نے ایف ۱۶ طیاروں کا سودا ہو جانے اور رقم وصول کر لینے کے بعد یکطرفہ طور پر اس سودے کو یہ کہہ کر منسوخ کر دیا تھا کہ پریسلر ترمیم کی منظوری کے بعد امریکہ اپنے سابقہ معاہدے کا پابند نہیں رہا۔ (باقی صفحہ ۹۷ پر)

تذکرہ وتبصرہ

دورۂ امارتِ اسلامی افغانستان
مشاہدات وتاثرات

دورۂ افغانستان سے واپسی پر امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد
کا قرآن آڈیٹوریم میں خطاب (بتاریخ: ۲۵؍اپریل ۲۰۰۱ء)

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم ۔۔۔ بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

﴿قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ قَالُوْۤا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ○﴾ (الاعراف: ۱۲۸، ۱۲۹)

ادعیہ ماثورہ کے بعد فرمایا:

معزز حاضرین ومحترم خواتین! آپ کے علم میں ہے کہ گزشتہ ربع صدی یعنی بیسویں صدی عیسوی کی آخری چوتھائی کے دوران ہمارے پڑوسی ملک افغانستان میں یکے بعد دیگرے کئی انقلابات آئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ایک عرصے سے وہاں بادشاہت قائم تھی، جس کے مؤسس احمد شاہ ابدالیؒ تھے۔ بعد میں اگرچہ اس بادشاہت نے مختلف رنگ اختیار کیے لیکن نظام بادشاہی ہی رہا۔ آخری بادشاہ ظاہر شاہ تھے، جن کا تختہ الٹا گیا تو پہلا انقلاب آیا۔ ان کا تختہ ان کے چچازاد بھائی نے الٹا۔ یہ درحقیقت ایک تمہید تھی۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے کئی لوگ سامنے آئے اور انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا۔ وہ سب کے سب کمیونسٹ ذہن کے لوگ تھے۔ گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک کمیونسٹ انقلاب تھا۔ لیکن اس پر ایک ردِ عمل ظاہر ہوا اور جوابی طور پر اسلام کے حق میں ایک تحریک شروع ہوئی۔ روس نے جب یہ دیکھا کہ افغان عوام کسی طور سے اس نئی تبدیلی کو قبول نہیں کر رہے تو وہ براہِ راست اپنی فوجیں لے کر افغانستان پر حملہ

آ ور ہو گیا۔ یہ ان انقلابات کا دوسرا دور (phase) تھا' جس کے نتیجے میں وہاں ایک عظیم جنگ کا آغاز ہو گیا۔ افغان عوام کے جذبۂ حریت سے' جس کے لئے وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کو تیار تھے' فائدہ اٹھاتے ہوئے امریکہ نے اپنا ویت نام کا بدلہ یو ایس ایس آر سے لینے کے لئے اس جنگ کو استعمال کیا۔ چنانچہ امریکی اسلحہ اور امریکی پیسے سے مگر افغانوں کی جانوں کے ساتھ یہ جنگ کئی سال جاری رہی۔ اس کے نتیجے میں روسی فوج کو پسپا ہونا پڑا اور یہاں سے واپس جانا پڑا۔

اس کے بعد جو بدتر صورت پیدا ہو گئی وہ یہ کہ افغانستان کے مختلف جہادی گروپ جو روس کے خلاف جہاد کرتے رہے تھے' وہ ایک کمان میں نہیں تھے' بلکہ انہوں نے ایک موقع پر اپنے ایک لیڈر عبدالرسول سیّاف صاحب' جو ان کے علماء میں سے تھے' کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسے توڑ دیا تھا۔ مجاہدین کے ساتوں پاکستان نواز گروپوں نے مکّہ مکرّمہ میں حرمِ کعبہ میں بیٹھ کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی' لیکن بدقسمتی سے پاکستان آ کر انہوں نے اس بیعت کو توڑ دیا۔ قرآن مجید میں سورۃ الفتح میں بیعت توڑنے پر وعید ان الفاظ میں آئی ہے: ﴿فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ج﴾ (آیت ۱۰) ''(بیعت کرنے کے بعد) پھر جو شخص اس کو توڑ دیتا ہے تو اس کا سارا وبال پھر اسی پر آتا ہے''۔ چنانچہ یہ وبال تھا جو اِن جہادی تحریکوں پر آیا اور ان کے درمیان خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ یاد رہے کہ افغانستان کی داخلی تباہی اتنی روسی افواج کے ہاتھوں نہیں ہوئی جتنی کہ انکی باہمی خانہ جنگی کے نتیجے میں ہوئی۔ یہ اس پورے عمل کا تیسرا دَور تھا۔

بالآخر اللہ تعالیٰ کو افغان قوم کی ایک بہتری منظور ہوئی۔ افغان عوام کی قربانیاں جو اس کے ہاں شرف قبولیت حاصل کر چکی تھیں' ان کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے ایک نئی صورت پیدا کر دی کہ ۱۹۹۴ء میں اچانک کچھ عربی مدارس کے طلبہ اٹھے اور انہوں نے مجاہدین کے قائدین کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دیا۔ مُلّا محمد عمر جو قندھار کے قریب واقع ایک گاؤں کے رہنے والے تھے' اس تحریک کا آغاز کرنے والے تھے۔ ملا عمر ایک عام مولوی اور عالم دین ہیں اور ان کی تعلیم ابھی مکمل بھی نہیں تھی۔ روسیوں کے خلاف جہاد میں ان کا حصہ ایک غیر معروف کمانڈر کی حیثیت سے تھا۔ بہرحال ان کی پکار پر'

لبیک کہا گیا' لوگ جمع ہوئے اور ایک بالکل نیا انقلاب سامنے آیا' جس کا اس وقت حاصل یہ ہے کہ ۹۰ سے ۹۵ فیصد تک کا علاقہ اس حکومت کے زیر نگین ہے۔ وہاں مکمل امن و امان قائم ہے اور شریعتِ اسلامی کا نفاذ کر دیا گیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ انقلابات کی سیریز اپنے چوتھے دور میں آ کر بہت ہی عمدہ صورت اختیار کر گئی ہے۔

ذاتی طور پر میرا ئی سال سے ارادہ تھا اور خواہش تھی کہ میں بھی افغانستان کا دورہ کروں اور وہاں کے حالات کا بچشم خود مشاہدہ کروں' لیکن میری کچھ مجبوریاں ایسی تھیں کہ جن کی بنا پر یہ ارادہ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچا۔ پہلے میرے گھٹنوں کی شدید تکلیف مانع تھی۔ بعد میں ان کا آپریشن کرا لیا۔ اب گھٹنوں کی تکلیف رفع ہونے کے بعد جو میں دافع درد دوائیاں (pain killers) لے رہا تھا وہ چھوڑ دیں تو میرا پرانا مرض کمر کا درد عود کر آیا۔ اس کیفیت میں سڑک کے ذریعے سفر' خاص طور پر جہاں سڑک نہ ہو بلکہ کھڈے ہوں' تو اس میں جو جھٹکے لگتے ہیں اس کا مجھ پر انتہائی خوف طاری رہا کہ ایسے سفر کے دوران میری یہ تکلیف بہت بڑھ سکتی ہے۔ لہٰذا یکے بعد دیگرے تنظیم اسلامی کے تین وفود تو افغانستان گئے' لیکن میں نہیں جا سکا۔ گزشتہ رمضان المبارک میں کچھ ایسا جذبہ دل میں پیدا ہوا کہ میں نے طے کر لیا کہ ہر چہ بادا باد' جو ہو سو ہو' جو تکلیف آئے گی جھیل لیں گے ع برسر ابن ادم ہر چہ آید بگورد! انسان کا معاملہ یہ ہے کہ اس کے سر پر جو بھی تکلیف یا مصیبت آتی ہے آخر گزر جاتی ہے' انسان کسی نہ کسی طور سے اسے جھیل ہی جاتا ہے۔ چنانچہ میں نے اپریل میں افغانستان جانے کا فیصلہ اسی وقت کر لیا تھا۔ الحمد للہ ہماری یہ آرزو پوری ہو گئی۔

ہمارے وفد میں بہت سے رفقاء لاہور سے تھے' تنظیم اسلامی کے دو رفیق پشاور سے اور دو راولپنڈی سے تھے جبکہ چند ساتھی سندھ اور کراچی سے آئے تھے۔ اس طرح ہمارا وفد تقریباً اٹھارہ بیس افراد پر مشتمل تھا۔ لاہور سے اتوار ۱۵ اپریل کی شام کو روانگی ہوئی' رات کوئٹہ میں بسر کی' پیر کی صبح سفر قندھار پر روانہ ہوئے۔ یہ سفر صبح سے شام تک بمشکل پورا ہوا ہفتہ ۲۱ اپریل کو علی الصبح قندھار سے روانہ ہو کر ساڑھے چھ بجے شام لاہور ایئرپورٹ پر پہنچنا ہو گیا۔ شکر صد شکر کہ جمّازہ بمنزل رسید!

وہاں کے مشاہدات وتاثرات میں اوّلین یہ کہ ہمارا بہت ہی پُرتپاک استقبال کیا گیا۔ ہمیں ایسی کوئی توقع نہیں تھی' اس لئے کہ "من آنم کہ من دانم" میں جانتا ہوں میری کوئی ایسی حیثیت نہیں ہے۔ نہ میں علماء کرام کے طبقے سے ہوں' نہ میری سیاسی اہمیت ہے' نہ میری کوئی بہت بڑی جماعت ہے۔ میں تو قرآن حکیم اور دین متین کا ادنیٰ سا خادم ہوں۔ الحمد للہ کچھ ساتھی ہیں جو ساتھ دے رہے ہیں' لیکن جو عمومی دُنیوی معیارات ہیں ان کے اعتبار سے میں اپنا یہ مقام ہرگز نہیں سمجھتا تھا کہ وہ مجھے اپنے پورے وفد کے ساتھ سرکاری مہمان بنالیں گے۔ اور جس قدر انہوں نے ہماری تواضع اور مدارات کی ہیں' واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں ان کی صحیح کیفیت کو ادا کرسکوں۔

کوئٹہ ہی میں ہمارے استقبال کے لئے طالبان حکومت کے قونصلیٹ کے سیکرٹری عبدالرحیم صدّیقی صاحب مع سرکاری گاڑی کے موجود تھے۔ رات ہم نے کوئٹہ میں بسر کی۔ توقع تھی کہ ہم صبح جلدی نماز فجر کے بعد نکل کر بارہ ایک بجے تک قندھار پہنچ جائیں گے۔ ہمیں بتایا یہ گیا تھا کہ چمن بارڈر کھلا ہے اور یہاں پر طورخم کے برعکس آمد و رفت پر کوئی قدغنیں نہیں ہیں۔ لہٰذا ہم پورے اطمینان سے گئے' لیکن وہاں ہمیں پاکستان کے امیگریشن سٹاف نے روک لیا۔ بعد میں یہ راز کھلا کہ خاص طور پر میں اپنے سارے ساتھیوں کی مصیبت کا سبب بن گیا تھا۔ اس لئے کہ انہوں نے کہا کہ اور سب لوگ چلے جائیں تو کوئی پروانہیں ہے' لیکن ان کے بقول ڈاکٹر اسرار احمد بہت اہم شخص ہے' ہم انہیں اس طریقے سے نہیں جانے دے سکتے جب تک کہ باقاعدہ ویزہ نہ لگا ہو۔ لہٰذا چار گھنٹے تک ہم وہاں ٹھہرے رہے۔ وہی عبدالرحیم صدیقی صاحب افغانستان جا کر ویزہ لگوا کر لائے اور پھر ہم وہاں سے نکل سکے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہم بجائے دوپہر بارہ بجے پہنچنے کے شام پانچ بجے کے قریب قندھار پہنچے۔

ہمیں کوئٹہ میں یہ اطلاع مل چکی تھی کہ وزیراعظم افغانستان ملا محمد ربّانی کا انتقال ہوگیا ہے۔ قندھار پہنچے تو معلوم ہوا کہ ان کی نمازِ جنازہ تیار ہے۔ چنانچہ ہم نے اس سارے مشقت بھرے سفر کی تھکان کے باوجود ان کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے

بھاگ دوڑ کی لیکن ہمارے وہاں پہنچنے سے پہلے نماز جنازہ ادا ہو چکی تھی۔ پھر ہم قبرستان پہنچے جہاں تدفین کا بندوبست ہو رہا تھا۔ حیرت ناک بات یہ ہے کہ وہاں پر بہت بڑا مجمع ہونے کے باوجود کوئی شور و ہنگامہ بالکل نہیں تھا اور مکمل سکوت تھا۔ مجمع بہت پُرسکون اور بہت پُروقار تھا۔

افغانستان میں ہمارے چار دن گزرے' اس لئے کہ پیر کی شام تک تو ہم وہاں پہنچے تھے۔ منگل' بدھ' جمعرات' جمعہ وہاں رہے اور ہفتے کی صبح کو فجر کے فوراً بعد ساڑھے چھ بجے واپس روانگی ہوگئی۔ ہم نے وہاں چار بھرپور دن گزارے' ان میں سے یوں سمجھئے دو دن سے کچھ زائد ہم نے قندھار میں بسر کئے اور دو دن سے کچھ کم کابل میں گزارے۔ کابل کا سفر انہوں نے ہمیں ایک خصوصی ملٹری ایئر کرافٹ کے ذریعے کرایا' اس لئے کہ ان کی آریانہ کی عام فلائٹ ہفتے میں صرف ایک مرتبہ کابل جاتی ہے اور وہ ہمیں کسی طرح موزوں نہیں تھی۔ چنانچہ انہوں نے بڑا کرم کیا اور ایک ملٹری ایئر کرافٹ خاص طور پر قندھار سے کابل اور پھر واپسی پر ہمیں ساتھ لے کر آیا۔

ان چار دنوں میں جو بھرپور مہمان نوازی ہوئی' وہ میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ ایک لینڈ کروزر گاڑی مستقل طور پر میرے استعمال میں رہی۔ یہ گاڑی وہاں کے نائب وزیر خارجہ ملا عبدالجلیل صاحب کے ذاتی استعمال میں تھی اور میں اس کی اگلی سیٹ پر بہت آرام سے رہا' اگرچہ سڑک نام کی کوئی شے وہاں نہیں تھی۔ چمن سے لے کر قندھار تک معلوم ہوتا ہے کہ کبھی یہاں سڑک ہوگی' بڑے بڑے گڑھے ہیں اور راستہ بہت خستہ حال ہے' بس کہیں کہیں کوئی ٹکڑا ایسا مل جاتا ہے جس میں گاڑی ذرا تیز چلے' ورنہ یہ کہ ہم چیونٹی کی چال رینگتے ہوئے پہنچے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اتنی عمدہ گاڑی تھی کہ مجھے قطعاً کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے سے مجھے یہ سہولت حاصل تھی کہ میں پہلو بدلتا رہوں۔ ہمارے باقی ساتھیوں کے لئے بھی 4x4 کی پک اپس تھیں۔ کابل میں ہمیں آریانہ ہوٹل میں ٹھہرایا گیا جو غالباً وہاں کا سرکاری مہمان خانہ ہے۔ یہ ایک بڑا اور اعلیٰ سطح کا ہوٹل ہے۔ اسی ہوٹل کے قریب وہ جگہ ہے جہاں جنرل نجیب کو پھانسی دی گئی تھی اور اس کی لاش وہاں پر لٹکی رہی تھی۔

یہ جو ہماری اس قدر مہمان نوازی ہوئی ہے اس سے میری ایک بہت بڑی غلط فہمی کا ازالہ ہو گیا ہے۔ مجھے یہ غلط فہمی تھی' اور شروع میں کچھ حالات بھی ایسے تھے جس کی بناء پر یہ غلط فہمی جائز بھی تھی' کہ جن علماء کے ہاتھ میں وہاں کی حکومت ہے وہ بڑے کٹر قسم کے حنفی مولوی ہیں اور ان کے دلوں میں اگر احترام یا دلی تعلق کا کوئی جذبہ ہے تو وہ بھی کٹر حنفی خاص طور پر دیوبندی علماء کے لئے ہے' باقی طبقات کے لئے ان کے دلوں میں کوئی خاص جگہ نہیں ہے۔ خاص طور پر جماعت اسلامی' الاخوان المسلمون یا اس فکر کی دوسری جماعتوں سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں' بلکہ ایک طرح کی الرجی بھی ہے۔ پہلے یہ میری معلومات تھیں' لیکن اب معلوم ہوا کہ یہ بات غلط ہے۔ چند مہینے پہلے ان کے کسی محکمے کے نائب وزیر عبدالمنیب صاحب یہاں آئے تھے' انہوں نے بھی مجھ سے کہا تھا کہ ''یہ آپ کا مغالطہ ہے' آپ جب افغانستان جائیں گے تو یہ خود بخود رفع ہو جائے گا۔'' لہٰذا ان کی بات صحیح ثابت ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں پوری وسعت موجود ہے۔ ہمارے وفد کے ساتھ وہ لوگ بھی تھے جو رفع یدین کرتے رہے اور آمین بالجہر کہتے رہے' میں بھی کبھی کبھی رفع یدین کرتا ہوں' لیکن ہم نے اپنے میزبانوں میں سے کسی کی پیشانی پر ناگواری کے اثرات یا کوئی سلوٹ نہیں دیکھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مغالطے کا رفع ہو جانا میرے لئے بہت مفید ہے۔

ان چار دنوں میں جن حکومتی ارکان سے ہماری ملاقاتیں ہوئیں میں ان کی فہرست آپ کو گنوا دوں۔ آپ یقیناً حیران ہوں گے کہ کتنے لوگوں سے ہماری ملاقاتیں ہوئی ہیں۔

(۱) مُلّا محمد عمر حفظہ اللہ : امیر المومنین

(۲) مولوی عبدالجلیل اخوند : نائب وزیر خارجہ

(یہ تو گویا ہمارے انچارج بھی تھے۔ بہت ہی شریف اور کم گو آدمی ہیں)

(۳) سعید الرحمٰن حقانی : وزیر صنعت

(۴) محمد امیر خان متقی : وزیر تعلیم

(۵) مولوی عبدالقدیر : قائم مقام وزیر اعظم

(۶) مولوی احمد جان : وزیر آب و برق (پانی و بجلی)
(۷) مولوی عبداللطیف منصور : وزیر زراعت
(۸) مولوی عبدالسلام حنفی : نائب وزیر تعلیم
(۹) محمد طیب آغا : پرسنل سیکرٹری امیر المؤمنین
(۱۰) ملا محمد حسین رحمانی : گورنر قندھار
(۱۱) عبدالغفور افغانی : پروٹوکول آفیسر (کابل)

(یہ اقبال کے بہت شیدائی ہیں۔ انہیں علامہ اقبال کے بہت شعر یاد ہیں۔ ان سے ہمارا تعارف پہلے بھی تھا)

ایران کے سنی عالم مولانا محی الدین صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔

ماسوائے مُلّا عمر صاحب کے (کہ ان سے ملاقات ان کی مسجد میں جا کر ہوئی) اور مولوی عبدالقدیر صاحب کے (ان سے ملاقات ان کے دفتر میں ہوئی' جو معزول بادشاہ ظاہر شاہ کے محل کے ساتھ ایک شاندار عمارت میں واقع ہے۔ یہ غالباً ظاہر شاہ کا شاہی مہمان خانہ رہا ہوگا) باقی سب کے سب خود چل کر ہماری قیام گاہ پر آئے۔ ہمارا قیام کابل میں تو آریانہ ہوٹل میں تھا جبکہ قندھار میں ہمیں ایک ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرایا گیا۔

ہمارا سب سے بڑا مشاہدہ یہ ہے کہ ان میں سے کسی شخص میں کوئی درشتی' خشونت اور کوئی تکبر وغیرہ قطعاً نہیں ہے۔ یہ سب لوگ نہایت پرسکون' پر اعتماد' سنجیدہ' متواضع اور حلیم الطبع لوگ ہیں۔ پھر یہ کہ ان میں سے اکثر و بیشتر ۴۰ سال سے کم عمر کے ہیں۔ ہمیں تو وہاں صرف دو آدمی ایسے نظر آئے جنہیں کہا جا سکے کہ ادھیڑ عمر کے ہیں۔ ایک گورنر قندھار ملا رحمانی صاحب اور دوسرے نائب وزیر خارجہ ملا عبدالجلیل صاحب' باقی سب لوگ چالیس سال سے کم عمر کے تھے' یہاں تک کہ خود ملا محمد عمر صاحب کی عمر بیالیس برس ہے اور ان کے پرسنل سیکرٹری طیب آغا صاحب پچیس برس کے نوجوان ہیں۔ اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ نوجوانوں کی حکومت ہے۔ سورۂ کہف میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں:

﴿اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴾ (آیت ۱۳)

''وہ چند نوجوان تھے جو اپنے ربّ پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت اور راہنمائی میں مزید اضافہ کر دیا۔''

جہاں تک تاثرات کا معاملہ ہے' میرا پہلا تاثر یہ ہے کہ کم از کم ایک اعتبار سے وہاں خلافتِ راشدہ کی مکمل جھلک نظر آتی ہے اور وہ سادگی ہے۔ وہاں انتہائی سادگی ہے۔ یہاں تک کہ ہم امیر المومنین ملا عمر صاحب سے ملنے گئے تو وہ مسجد میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کھڑے ہمارا انتظار کر رہے تھے' اس لئے کہ عصر کی نماز ہم نے ان کے ساتھ پڑھنی تھی۔ کچھ پتہ نہیں چلتا تھا کہ ملا عمر کون ہیں۔ کچھ لوگ کھڑے تھے' جن کے ایک جیسے لباس تھے' جیسے کہ عام افغانوں کا لباس ہے۔ امیر المومنین ملا محمد عمر ایک عام سی چادر اوڑھے ہوئے کھڑے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح طویل القامت (شاید نام کی مناسبت بھی ہے)۔ ملا عبد الجلیل صاحب جو ہمارے ہمراہ آئے تھے' انہوں نے بتایا کہ وہ ہیں ملا محمد عمر۔ ان میں قطعاً کوئی نمایاں بات نہیں تھی۔ ان کا مکان پہلے قندھار کے وسط میں تھا۔ وہاں قریب میں ایک بہت بڑا دھماکہ ہوا تھا۔ اس کے بعد حفاظتی نقطۂ نظر سے ان کے لئے ایک مکان بنا دیا گیا' جو قندھار سے باہر ہے اور وہاں پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ جس پہاڑی کے دامن میں ان کا مکان ہے' وہ پہاڑی جبلِ نور سے بہت مشابہ ہے۔ میری جب پہلی نگاہ پڑی تو میں نے کہا او ہو یہ تو جبلِ نور ہے! (مکّہ مکرّمہ کی وہ پہاڑی جس پر غار حرا واقع ہے جبل نور کہلاتی ہے۔ وہیں حضور ﷺ پر پہلی وحی آئی تھی) وہ پہاڑ حیرت انگیز طور پر جبلِ نور کا عکس (Replica) ہے اور اس کے دامن میں ان کا مکان ہے۔ اس مکان کے سامنے ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ اس مسجد میں انہوں نے ہمارے ساتھ نماز ادا کی۔ امامت بھی خود کی۔ آپ نہایت کم گو ہیں' ضرورت سے زیادہ ایک لفظ استعمال کرنے کے روادار نہیں۔ آواز کی پستی کا یہ عالم ہے کہ نماز میں تکبیر بڑی مشکل سے سنائی دیتی تھی۔ وہ چونکہ امامت کرا رہے تھے اور بہت ہی کان لگائے رکھنے سے پتہ چلتا تھا کہ انہوں نے اللہ اکبر کہہ دیا ہے۔ یا تو ان کے مزاج میں نفاست اور Shyness بہت ہے' یا یہ کہ وہ بہت کم آمیز اور خاموش (Reserved) ہیں۔ ان کی خاموشی' سکوت

اور کم آمیزی کے حوالے سے دو چیزیں یاد آئیں۔ایک تو مولانا ماہر القادری کا ایک شعر ہے ؎

خموشیوں سے نمایاں ہے جذبِ سوزِ دروں
یہ سلوٹیں ہیں جبیں پر کہ دل کی تحریریں!

یہ خاموشی جذبِ سوزِ دروں کی علامت بھی ہے۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ ان کا معاملہ کیسا ہے۔ دوسرا خیال یہ بھی ہے کہ جو ایڈمنسٹریٹر سخت گیر قسم کا ہوتا ہے وہ بھی اسی مزاج کا حامل ہوتا ہے۔ مجھے صدر ایوب صاحب کے زمانے کا ایک واقعہ یاد ہے۔ کچھ آرمی آفیسرز کو تمغے دیئے جانے تھے اور اس کے لئے یہاں کے گورنر ہاؤس میں ایک بڑی تقریب ہوئی۔ میرے رشتے کے ماموں رشید احمد کریمی صاحب کو بھی ایک تمغہ ملنے والا تھا اور وہ اس تقریب میں موجود تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ تقریب مسلسل آٹھ گھنٹے تک جاری رہی اور نواب آف کالا باغ ملک امیر محمد خان' جو گورنر بھی تھے' اس پوری تقریب کے دوران بالکل خاموش کھڑے رہے اور ان کے چہرے پر کوئی مسکراہٹ نہیں آئی۔ نہ کسی سے انہوں نے کلام کیا اور نہ کسی کو ان سے کلام کرنے کی جرأت ہوئی۔ آپ کو معلوم ہے کہ وہ کتنے سخت گیر مگر کامیاب ایڈمنسٹریٹر تھے۔ ہوسکتا ہے ملا محمد عمر کی reservedness اسی حوالے سے ہو۔ واللہ اعلم!

بہرحال جتنے لوگوں سے بھی ہماری ملاقات ہوئی' ہم نے یہ محسوس کیا کہ انہیں ملا عمر صاحب سے بہت محبت ہے۔ بڑے احترام اور عقیدت کے ساتھ تعالیٰ قدر امیر المومنین کہہ کر ان کا تذکرہ کرتے ہیں اور عالی قدر امیر المومنین کے بغیر ان کا نام نہیں لیتے۔ لیکن ایسا قطعاً محسوس نہیں ہوتا کہ کوئی تصنّع ہے۔ یعنی وہ محبّت فطری اور قلبی معلوم ہوتی ہے۔

ہم نے وہاں مسجد ہی میں ملا محمد عمر صاحب کی خدمت میں وہ رقم پیش کی جو ہم مختلف مدّات میں ساتھ لے کر گئے تھے۔ ہمارے رفقاء واحباب نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا تھا' کچھ بیرون ملک سے بھی ہمارے ساتھی اس کارِ خیر میں شریک تھے اور اس میں ڈالر اور ریال بھی تھے۔ اس کی کل مالیت ۲۸ لاکھ ۶۶ ہزار روپے تھی۔ میرا

ایک بڑے سائز کا مضبوط قسم کا سیمسو نائٹ بریف کیس تھا جو نوٹوں سے بھرا ہوا تھا۔ پورے سفر کے دوران وہ ہم پر ایک بوجھ تھا اور اس کی حفاظت بارِ گراں محسوس ہوتی رہی۔ جب میں نے اسے ان کی خدمت میں پیش کر دیا تو یوں لگا کہ ہمیں ایک بارِ گراں سے نجات مل گئی ہے۔ جب میں یہ رقم پیش کر رہا تھا تو میں نے سیمسو نائٹ کا وہ بریف کیس ملا محمد عمر صاحب کے سامنے رکھا اور کہا کہ اس میں جو رقم ہے وہ تو مختلف مدات کے حوالے سے بیت المال میں چلی جائے گی' لیکن یہ جو میرا بریف کیس ہے یہ میں ذاتی طور پر آپ کی خدمت میں ہدیۃً پیش کرتا ہوں۔ اس کے جواب میں' میں نے تو نہیں دیکھا لیکن میرے بعض رفقاء نے بتایا کہ واحد خفیف سی مسکراہٹ ان کے چہرے پر ظاہر ہوئی۔

ہمارے مشاہدات اور تاثرات میں دوسری اہم بات یہ ہے کہ طالبان کا افغانستان ایک اعتبار سے ہمیں امریکی معاشرے سے بہت قریب نظر آیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں ۱۹۷۹ء سے قریباً ہر سال امریکہ گیا ہوں' کبھی سال میں دو دو' تین تین مرتبہ بھی جانا ہوا ہے۔ وہاں کا میرا بڑا گہرا تاثر یہ ہوتا ہے کہ وہاں حکومت نظر نہیں آتی' فضا میں آزادی ہے۔ سوائے ٹریفک پولیس کے وہاں حکومت کا کوئی سراغ ہی نہیں ملتا۔ گویا کہ وہاں پر غیر مرئی (invisible) حکومت ہے۔ کسی طرح کا دباؤ اور پریشر نہیں ہے۔ بعینہٖ یہی صورت میں نے افغانستان میں دیکھی ہے۔ وہاں کہیں حکومت نظر ہی نہیں آتی۔ سوائے ٹریفک کانسٹیبل کے کوئی باوردی لوگ کہیں نظر ہی نہیں آئے۔ وہاں صرف ٹریفک کے سپاہی پتلون اور پی کیپ پہنتے ہیں۔ انگریز نے ہندوستان فتح کرنے کے بعد اپنے بیرے اور خانساماں کو وہ لباس پہنا دیا تھا جو یہاں کے نواب اور راجے مہاراجے پہنتے تھے تاکہ اس لباس کی توہین اور تذلیل ہو۔ اس کے برعکس ہمیں وہاں نظر آیا کہ پینٹ نام کی شے اگر ہے تو وہ ٹریفک کانسٹیبل کے پاس ہے۔ اس کے علاوہ انگریزی لباس کا ہمیں کہیں وجود نظر نہیں آیا' بلکہ کسی وردی کا ہی کوئی وجود نظر نہیں آیا۔ نہ کوئی فوجی وردی اور نہ پولیس کی وردی نظر آئی۔

پھر یہ کہ سڑکوں پر آمد و رفت بالکل معمول کے مطابق ہے۔ یہ محسوس ہی نہیں ہوتا

کہ یہ ملک مستقل طور پر خانہ جنگی میں مبتلا ہے۔ وہاں کسی خوف اور دہشت کی علامت نظر نہیں آتی اور نہ جبر وتشدّد کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ بازاروں میں عام خرید و فروخت جاری ہے' اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہاں غربت عام ہے اور اس کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ وہاں بھکاری بہت ہیں' بچے اور خواتین بھیک مانگتی نظر آتی ہیں' لیکن بازاروں میں خرید وفروخت کا معاملہ بشمول خواتین جاری ہے۔ تاہم بغیر پردے (یعنی برقعے) کے کوئی خاتون نظر نہیں آتی۔ گویا وہاں خواتین کے لئے برقعہ پہننا لازم ہے اور میرے نزدیک یہ بہت ہی عمدہ بات ہے۔

ایک اور بات یہ کہ امریکہ میں آزادی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہاں جرائم بے پناہ ہیں اور بڑے گھناؤنے قسم کے جرائم ہیں۔ قتل' ڈکیتیاں اور زنا بالجبر عام ہیں۔ اگرچہ وہاں مکمل جنسی آزادی ہے اس کے باوجود زنا بالجبر کے واقعات بے تحاشا ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس افغان معاشرہ جرائم سے پاک معاشرہ ہے۔ امریکہ سے افغانستان اس اعتبار سے تو مشابہ ہے کہ امریکہ کی طرح افغانستان کی فضا میں بھی آزادی ہے اور اس میں قطعاً کسی نوع کا کوئی جبر اور دہشت نہیں ہے' لیکن امن وامان کے اعتبار سے معاملہ امریکہ کے برعکس ہے۔ اس لئے کہ یہاں جرائم بالکل نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اور یہ ان اسلامی حدود وتعزیرات کی برکت ہے جو یہاں نافذ ہیں۔ چنانچہ وہاں بالکل امن ہے اور کسی چوری اور ڈاکے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ غالباً یہی مشاہدہ تھا جو ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب نے کیا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ وہ وہاں سے کتنا شدید تاثر لے کر آئے تھے۔ افغانستان کے دورے سے واپسی پر انہوں نے جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک میں ایک تقریر کی تھی جس میں انہوں نے کہا تھا کہ مجھے یقین ہے کہ جو نظام اس وقت افغانستان میں قائم ہے اگر چند اور مسلمان ملکوں میں قائم ہو جائے تو پوری دنیا مسلمان ہو جائے گی۔ یہ تاثر اس شخص کا ہے جو ایک عام آدمی نہیں ہے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال مفکّر ومصوّرِ پاکستان کے فرزند ہونے کے علاوہ خود بھی ایک مفکر' مصنّف اور اعلیٰ درجے کے دانشور ہیں۔ اگرچہ وہ ایک آزاد خیال دانش ور ہیں لیکن افغانستان کے بارے میں انہوں نے اپنے جس گہرے تاثر کا اظہار کیا تھا اس پر میں ان کو مبارک باد دینے کے لئے خود ان کی

خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

افغانستان میں ہماری ایک ملاقات وہاں متعین پاکستان کے سفیر جناب عارف ایوب صاحب سے ہوئی۔ یہ چارسدّہ کے رہنے والے پختون ہیں۔ کلین شیو ہیں' نہایت منجھے ہوئے تجربہ کار سفارت کار ہیں' بہت ذہین اور واقف احوال ہیں۔ انہوں نے دو گواہیاں دی ہیں اور وہ گواہیاں ایسی ہیں جن کا مشاہدہ ہم اپنے چار روزہ دورے کے دوران نہیں کر سکے۔ پہلی گواہی انہوں نے یہ دی کہ اگرچہ طالبان غیر تربیت یافتہ ہیں لیکن یہ بہت سے تربیت یافتہ لوگوں سے کہیں زیادہ ماہر سپاہی ہیں۔ ان کے بقول طالبان کی کارکردگی تربیت یافتہ فوجوں سے بھی بہت بہتر ہے۔ انہوں نے دوسری گواہی یہ دی کہ جہاں تک نظم و انتظام کا تعلق ہے' اس کے بھی یہ لوگ انتہائی ماہر ہیں اور اس اعتبار سے نہایت کامیاب ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ بالکل سیدھے اور سادہ نظر آتے ہیں لیکن ان کا کنٹرول نہایت بھرپور اور مکمل ہے۔

البتہ انہوں نے حکومت پاکستان بالخصوص سی بی آر سے ایک شکوہ کیا کہ سی بی آر نے افغانستان کی ٹرانزٹ ٹریڈ پر جو پابندی عائد کر رکھی ہے اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ پاکستان سے طالبان کے قریبی تعلقات ہونے کے باوجود تجارت کے اعتبار سے ایران نے وہاں کی مارکیٹ پر مکمل قبضہ کر لیا ہے اور وہ سبسڈی دے کر بھی اپنا مال وہاں بھیج رہا ہے تاکہ اس کی تجارت کو فروغ حاصل ہو۔ افغانستان میں یا تو کچھ چیزیں دبئی وغیرہ سے آتی ہیں یا پھر ایران سے۔ یہ ان کی شکایت تھی' باقی اللہ ہی جانتا ہے کہ کیا مجبوریاں ہیں کہ حکومت پاکستان نے یہ شکل اختیار کی ہے۔

تحریکِ طالبان جس نہج سے اٹھی' اہم شخصیات سے مختلف مواقع پر اس کے بارے میں ہمیں معلومات حاصل ہوتی رہیں جس سے ہمارے کئی مغالطے رفع ہوئے' جس طرح کہ اب بھی میرے کئی مغالطے رفع ہوئے ہیں۔ مختلف شخصیات نے مختلف اعتبارات سے طالبان تحریک کے بارے میں جو کچھ بتایا اس سے جو بات سامنے آئی وہ میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

۱) ''طالبان'' اس تحریک کا صحیح عنوان اور نام نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ صرف طلبہ

نہیں ہیں بلکہ ان میں وہ مجاہدین بھی شامل ہیں جو مختلف لیڈروں کے زیر کمان روس کے خلاف برسرِ پیکار رہے تھے۔ ان میں کوئی گلبدین حکمت یار صاحب کے ماتحت تھا' کوئی مولوی یونس خالص صاحب کے تحت تھا اور کوئی سیاف صاحب کے تحت تھا۔ یہ تمام لوگ اپنے لیڈروں کی باہمی خانہ جنگی کی بناء پر بددل ہو گئے تھے اور ان میں سے بہت سے لوگ میدان چھوڑ کر گھروں میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔ وہ سب کے سب اب اس کام میں جمع ہو چکے ہیں۔ چنانچہ اکثر و بیشتر لوگ وہی مجاہدین ہیں۔ ''طالبان'' تو درحقیقت اس کام کے شروع کرنے والے ہیں۔ مُلّا محمد عمر صاحب نے قندھار سے اس تحریک کا آغاز کیا تھا۔ وہاں حالت یہ ہو گئی تھی کہ ہر دس میل کے فاصلے پر ایک پھاٹک لگا ہوا ہے جہاں ایک کمانڈر اپنی چوکی قائم کر کے بیٹھا ہوا ہے اور وہ لوگوں سے بھتّہ وصول کر رہا ہے۔ یہ لوگ عوام پر بے پناہ ظلم کرتے تھے اور یہ درحقیقت اسی ظلم کا ردِّعمل تھا کہ وہاں کے لوگ جب سخت پریشان ہو گئے تب مُلّا عمر کھڑے ہوئے اور انہوں نے مختلف مدارس میں جا کر بات کی کہ ہمیں ہمت کر کے میدان میں آ کر صورت حال کو تبدیل کرنا چاہئے۔

شروع میں تو یہ یقیناً ''طالبان'' ہی تھے لیکن بعد میں تو جملہ مجاہد گروپوں سے وابستہ مجاہدین اس میں شامل ہو گئے۔ مثلاً خود مُلّا محمد عمر صاحب مولوی محمد نبی محمدی گروپ کے غیر معروف اور تیسرے درجے کے کمانڈر تھے۔ اسی طرح ملا محمد ربانی صاحب' جن کا ان ہی دنوں ۴۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا ہے' مولوی یونس خالص صاحب کے گروپ کے آدمی تھے۔ وہ بھی اسی طرح غیر معروف اور تیسرے درجے کے کمانڈر تھے۔ اس تحریک میں یہ دو اہم ترین شخصیات ہیں اور اس سات آٹھ سال کے عرصے میں سب سے اہم رول ان ہی دو اشخاص کا رہا ہے۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ ملا محمد عمر صاحب کی عمر اِس وقت ۴۲ برس ہے۔ اندازہ کیجئے کہ جب انہوں نے جہاد شروع کیا تھا تو ان کی کیا عمریں ہوں گی؟ ۱۹۹۴ء میں ملا محمد عمر کی عمر ۳۴ برس ہو گی اور ملا محمد ربانی (مرحوم) ۳۶'۳۵ برس کے ہوں گے۔

۲) میرا ایک مغالطہ یہ تھا کہ جب اس ملک میں بادشاہت کا نظام تھا تو وہاں علماء

کی طرف سے کوئی مدافعت (resistance) نہیں تھی' حالانکہ وہاں بے حیائی پھیل رہی تھی اور مغربی تہذیب کو رواج دیا جا رہا تھا۔ ظاہر شاہ جب پاکستان کے دورے پر آئے تھے تو ان کی بیگم سکرٹ پہنے ہوئے تھی۔ اس کے باوجود وہاں کے علماء نے ان کے خلاف کوئی تحریک نہیں چلائی۔ اس زمانے میں افغانستان میں اگر کوئی اسلامی تحریک تھی تو وہ صرف الاخوان المسلمون یا جماعت اسلامی پاک و ہند سے متاثر کالجوں اور یونیورسٹیوں کے کچھ نوجوان تھے' جیسے کہ ہمارے یہاں اسلامی جمعیت طلبہ ہے یا امریکہ میں مسلم سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن (MSA) ہے۔ اس طرح کے لوگ تھے کہ جو اس وقت بے حیائی اور مغرب زدگی پر ردِّعمل اور مزاحمت کا اظہار کر رہے تھے۔ پھر جب وہاں کمیونسٹ انقلاب آ گیا تو میرا یہ گمان تھا (جس کی بعدازاں اصلاح ہوگئی) کہ اس کے نتیجے میں علماء کی طرف سے کوئی مدافعت نہیں ہوئی' بلکہ علماء تو اس وقت جاگے ہیں جب افغانستان میں روسی فوجیں داخل ہوگئیں۔ چونکہ اس وقت فقہی مسئلہ یہ بن گیا تھا کہ دارالاسلام پر ایک کافر حکومت نے حملہ کر دیا تھا' لہٰذا فقہی طور پر جہاد لازم اور واجب ہوگیا۔ اس وقت علماء اپنے فقہی تصورات کے تحت میدان میں نکلے اور پھر انہیں عوامی حمایت حاصل ہوئی۔ مجھے بتایا گیا کہ اصل میں ایسا نہیں ہے' بلکہ کمیونسٹ حکومت کی طرف سے جب بھی کوئی اقدامات ہوتے تو مشائخ اور علماء کی طرف سے شدید مزاحمت ہوتی تھی اور اس کے جواب میں کمیونسٹ حکومت کی طرف سے علماء و مشائخ پر ظلم وستم توڑے جاتے۔ چنانچہ وہاں حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے خانوادے سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ اور ان کے خاندان کو بدترین ظلم وتشدد کا نشانہ بنایا گیا' ان کے روحانی مرکز پر حملے کئے گئے اور ان کے تقریباً پورے خاندان کو ختم کر دیا گیا۔ اس خاندان کا اب صرف ایک نوجوان امین جان سرہندی زندہ ہے اور وہ اب یہاں اسلام آباد میں مقیم ہے۔ مشائخ کے اس خاندان کو یہ سزا اس لئے دی گئی کہ انہوں نے کمیونسٹ حکومت کے اقدامات کے خلاف مزاحمت کی اور اس کے خلاف رائے عامہ کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔ اسی طرح علماء کی طرف سے بھی مزاحمت ہو رہی تھی اور کمیونسٹ حکومت کے خلاف شدید ردِّعمل ہو رہا تھا۔ ہمیں کابل میں ایک مسجد

دکھائی گئی جس میں کمیونسٹ اقتدار کے دوران علماء کا بڑا عظیم اجتماع ہو رہا تھا۔ کمیونسٹ حکومت کے خلاف باغیانہ خیالات کے اظہار کے جرم میں اس اجتماع میں شریک علماء کا قتل عام کیا گیا اور ان سب کو وہیں شہید کر دیا گیا۔

کمیونسٹ حکومت کے آنے کے بعد وہاں علماء کے علاوہ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں بھی مزاحمت تھی۔ گلبدین حکمت یار انجینئر ہیں' احمد شاہ مسعود یونیورسٹی کے طالب علم تھے' ربّانی صاحب جو آج کل نام نہاد اتحاد کے صدر ہیں' یہ بھی یونیورسٹی کے طالب علم تھے' پھر یہ الازہر میں بھی پڑھتے رہے۔ کمیونسٹ حکومتوں کے خلاف مزاحمت میں یہ لوگ نمایاں رہے اور قیادت اکثر و بیشتر ان کے ہاتھ میں رہی۔ بعد میں مولانا یونس خالص' مولانا محمد نبی محمدی اور صبغت اللہ مجدّدی بھی نمایاں ہوئے۔ بہر حال میری جو غلط فہمی رفع ہوئی ہے وہ یہ کہ ایسا نہیں ہوا کہ روسی افواج کے آنے کے بعد ہی علماء کھڑے ہوئے ہوں بلکہ علماء اس سے پہلے ہی اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑے ہو چکے تھے۔

ایک اور شے جو ہمیں وہاں نظر آئی وہ بیعت کی برکات ہیں۔ اس وقت وہاں ایک بہت مضبوط حکومتی نظم ہے۔ کامل وحدانی نظم حکومت ہے جس میں بے چون و چرا نصب و عزل ہو جاتا ہے۔ امیر المومنین اگر کسی وزیر کو فارغ کر دیں تو وہ اُسی وقت فارغ ہو جائے گا' کسی کو کوئی ذمہ داری دینی ہے تو اس کا اطلاق بھی فوری طور پر ہو جائے گا۔ جملہ امور بالآخر امیر المومنین ملا عمر کے ہاتھ میں ہیں۔ مشاورت کا نظام البتہ قائم ہے اور ملا محمد عمر صاحب بھی مشاورت کرتے رہتے ہیں۔ البتہ یہ بات میرے علم میں آئی ہے کہ ملا محمد ربّانی ذرا مضبوط شخصیت کے آدمی تھے' جن کا انتقال ہو گیا ہے۔ اور وہ چونکہ ملا عمر سے عمر میں بھی دو تین سال بڑے تھے اور طالبان تحریک کی تشکیل میں بالکل برابر کے شریک تھے' لہٰذا انہیں بعض امور پر ملا محمد عمر سے خاصا اختلاف ہوا۔ مثلاً اسامہ بن لادن کے معاملے میں اور شمالی اتحاد کے ساتھ مذاکرات کے سلسلے میں بھی اختلاف ہوا۔ چنانچہ لوگوں میں کچھ چہ میگوئیاں بھی ہوئیں کہ شاید حکومت میں پھوٹ پڑ جائے۔ لیکن پھر اس کا ازالہ کرنے کے لئے ملا محمد ربانی صاحب نے اعلان کیا کہ اس طرح کا کوئی معاملہ ہرگز نہیں ہے اور غالباً انہوں نے اعلانیہ طور پر تجدید بیعت بھی کی۔

یہ ہے معاملہ سمع و طاعت کا کہ کوئی انسان کسی کے ساتھ اس طور سے منسلک ہو جائے کہ ٹھیک ہے ہم آپ کے ساتھ ہیں' مشورے ہم بھی دیں گے اور جو بات ہو گی کھل کر کہیں گے لیکن یہ کہ آخری فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہو گا اور جو فیصلہ آپ کریں گے وہ ہمیں ہر حال میں منظور ہو گا' چاہے مشکل ہو چاہے آسانی ہو' چاہے ہماری طبائع اس فیصلے کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہوں چاہے ہمیں اپنی طبیعتوں پر جبر کرنا پڑے' کیونکہ اگر ذاتی رائے اس فیصلے کے خلاف ہے تو ظاہر بات ہے آدمی خوشدلی کے ساتھ تو اس فیصلے پر عمل نہیں کرے گا' بلکہ اسے اپنی طبیعت پر جبر کرنا پڑے گا لیکن اطاعت بہر حال کرنی ہو گی۔ یہ ہے بیعت کی برکت جو وہاں نظر آ رہی ہے۔

میں نے وہاں کئی مواقع پر مختلف حضرات سے کہا کہ دنیا بھر میں واحد حکومت جو بیعت کی مسنون اساس پر قائم ہے وہ تو آپ کی ہے۔ اور میری معلومات کی حد تک تنظیم اسلامی وہ واحد جماعت ہے جو بیعتِ سمع و طاعت فی المعروف کے اصول پر قائم ہے۔

اِنِّیْ اُبَایِعُکَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ فِی الْمَعْرُوْفِ فِی الْعُسْرِ وَ الْیُسْرِ
وَالْمَنْشَطِ وَالْمَکْرَہِ وَعَلٰی اَثَرَۃٍ عَلَیْنَا وَعَلٰی اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَھْلَہٗ
وَعَلٰی اَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ اَیْنَ مَا کُنَّا لَا نَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ

ہماری بیعت کے یہ الفاظ ایک حدیث نبویؐ سے لئے گئے ہیں جو متفق علیہ ہے' یعنی بخاری اور مسلم دونوں میں موجود ہے۔ اس ایک حدیث کے اندر مکمل جماعت کا دستور موجود ہے۔ اس کے بارے میں مَیں نے بارہا کہا ہے کہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہماری دینی تنظیموں نے بھی اس اساس کو اختیار نہیں کیا' بلکہ معاملہ یہ ہے کہ ؎

میں نے دیکھا ہے کہ فیشن میں الجھ کر اکثر
تم نے اسلاف کی عزت کے کفن بیچ دیئے
نئی تہذیب کی بے روح بہاروں کے عوض
اپنی تہذیب کے شاداب چمن بیچ دیئے!

مغرب سے درآمد شدہ دستوری نظم جماعت میں جو مسائل ہیں' مثلاً اس میں ممبر شپ ہے' انتخابات ہیں' مجلس عاملہ ہے' پھر امیر کے پاس ویٹو کا حق ہو گا یا نہیں ہو گا؟ اور اگر

شوریٰ مخالف رائے دے دے تو کیا ہوگا؟ ان سارے جھگڑوں کا قرآن وسنّت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ بیسویں صدی سے پہلے کم سے کم اسلامی تاریخ میں اس کا کوئی وجود نہیں ملتا' بلکہ تمام جماعتی نظم بیعت کی بنیاد پر ہی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لی' قرآن میں اس بیعت کا ذکر موجود ہے۔ احادیثِ نبوی ﷺ میں بیعت کی تاکید ہے۔ آنحضور ﷺ کے بعد خلافتِ راشدہ بیعت پر قائم تھی۔ خلافت جب ملوکیت میں تبدیل ہوگئی تو اس کے خلاف جو تحریکیں اٹھیں تو وہ بھی بیعت کی بنیاد پر ہی تھیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے نظمِ حکومت کی اصلاح کے لئے بیعت لی۔ یہ دوسری بات ہے کہ بیعت کرنے والے کوفیوں نے بعد میں وہ بیعت توڑ دی۔ بہرحال اس کا وبال انہی پر ہے' حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر اس کا کوئی الزام نہیں۔ انیسویں صدی میں جب مغربی استعمار آیا ہے تو اس کے خلاف جتنی تحریکیں اٹھیں وہ سب بیعت کی بنیاد پر تھیں۔ چنانچہ مہدی سوڈانی کی تحریک بیعت کی بنیاد پر تھی' لیبیا میں سنّوسی کی تحریک تھی وہ بھی بیعت کی بنیاد پر تھی' امیر عبدالستار الجزائری کی تحریک بیعت کی بنیاد پر تھی۔ امام شاملؒ کی تحریکِ حریت بھی بیعت کی بنیاد پر تھی۔ ان میں اہم ترین تحریک' تحریک شہیدین سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی جماعتِ مجاہدین اور ان کی برپا کی ہوئی تحریک بھی بیعت کی بنیاد پر تھی۔ آپ نے اگر بیعت کی برکات اور اس کے ثمرات آنکھوں سے دیکھنا ہوں تو اس وقت افغانستان میں جا کر دیکھ سکتے ہیں۔

میں نے وہاں ایک موضوع پر متعدد حضرات سے بات کی' کہیں مختصر اور کہیں تفصیل سے۔ دو حضرات سے خاصی تفصیلی بات ہوئی۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ نے ''امارتِ اسلامی افغانستان'' نام رکھا ہے'' خلافت اسلامی افغانستان'' نام کیوں نہیں رکھا؟ اس میں ایک مصلحت تو میری سمجھ میں آتی ہے کہ خلافت کے ساتھ یہ تصور وابستہ ہے کہ وہ گلوبل یعنی عالم گیر ہوگی۔ اگر کوئی ایک خلیفہ ہے تو وہ پورے عالم اسلام کا خلیفہ ہوگا۔ لیکن میں نے ان سے عرض کیا کہ اصل میں اگر تین بنیادی شرائط پوری ہو جائیں تو خلافت کے تقاضے پورے ہو جاتے ہیں:

۱) یہ طے ہو جائے کہ یہاں حاکمیت عوام کی یا کسی خاندان کی یا کسی بادشاہ کی یا کسی قبیلے کی نہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہے ؎

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اِک وہی باقی بتانِ آزری!

۲) یہ بات طے ہو جائے کہ اللہ کی حاکمیت کا مطلب کیا ہے۔ یعنی ہر معاملے میں کتاب وسنّت کی بالادستی ہوگی۔ قرآن اور سنّتِ رسول ﷺ کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا جائے گا۔ جو بھی اقدام ہوگا' اس دائرے کے اندر اندر ہوگا۔

۳) جہاں کہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا واضح حکم نہیں ہے تو یہ معاملہ گویا کہ اللہ نے آپ کے حوالے کر دیا ہے۔ یہ ﴿اَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ﴾ ہے۔ جو ''اَمْرُھُمْ'' ہے وہ آپس میں مشورے سے طے ہو جائے گا۔ یہ نہیں ہوگا کہ کوئی اتھارٹی بن بیٹھے کہ جو میں کہوں گا وہی چلے گا۔

یہ تین شرطیں اگر طے ہو جاتی ہیں تو خلافت مکمل ہے۔ تو آپ اس کا اعلان کیوں نہیں کرتے؟ اسے آپ اس وقت تک اسلامی خلافت افغانستان کہیں جب تک کہ وہ مرحلہ نہیں آتا کہ آپ دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے اپنے دروازے کھول دیں اور اپنی شہریت عام کر دیں' یعنی دنیا کا کوئی بھی مسلمان جو یہاں آنا چاہے آئے' اسے برابر کے حقوق حاصل ہوں گے اور وہ ریاست کا شہری بن جائے گا۔ اگر یہ شکل ہو جائے گی تو پھر تو اس کو گلوبل خلافت بھی ماننا ہوگا۔ لیکن جب تک ایسا نہیں ہے ــــــ اور یہ قرین مصلحت بھی نہیں ہے۔ دنیا بہت بڑی ہے' اس میں بہت ممالک ہیں۔ ہر جگہ اپنے طور پر کام کر کے خلافت کے نظام کو قائم کیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ''تنظیم اسلامی پاکستان'' نہیں کہتے' تنظیم اسلامی گلوبل ہے۔ دنیا میں کسی بھی جگہ کوئی مسلمان تنظیم میں شامل ہو سکتا ہے خواہ وہ آسٹریلیا میں رہتا ہو یا افریقہ میں' مرد ہو یا عورت' وہ مجھ سے بیعت کرے گا اور تنظیم میں شامل ہو جائے گا۔ چنانچہ امریکہ' کینیڈا' فرانس اور بعض عرب ممالک میں ہمارا تنظیمی نظم موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تنظیم اسلامی کے ساتھ کسی ملک کا لاحقہ جڑا ہوا نہیں ہے۔ البتہ تحریک خلافت کے ساتھ ہم پاکستان کا لفظ ضرور

استعمال کرتے ہیں' اس لئے کہ پاکستان ایک ملک ہے اور اس کی حدود ہیں۔ چاہے نظری طور پر ہم حدود کے قائل نہیں ہیں لیکن عملی طور پر تو یہ حدود موجود ہیں' لہٰذا ہم تحریک خلافت پاکستان کے نام سے کام کر رہے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ پاکستان میں خلافت کے بعض اصول تو طے ہو چکے ہیں۔ سب سے پہلے تو ۱۹۴۹ء میں ''قراردادِ پاکستان'' میں اللہ تعالیٰ کی حاکیت کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ نظری اعتبار سے تو یہاں خلافت کا نظام آ چکا ہے' بالفعل نہیں آیا۔ پھر آئین پاکستان میں قرآن وسنّت کی بالادستی کی دفعہ ۲۲۷ بھی موجود ہے' جس میں لکھا ہوا ہے:

"No legislation can be done here repugnant to the Quran and the Sunnah"

کہ قرآن وسنت کے خلاف یہاں کوئی قانون سازی نہیں ہوسکتی۔ اگرچہ یہ دفعہ پوری طرح نافذ العمل نہیں ہے' بلکہ یہ بات اسلامی نظریاتی کونسل کے لئے چھوڑ دی گئی ہے کہ وہ جائزہ لیتی رہے گی اور سفارشات پیش کرتی رہے گی۔ آگے ان سفارشات کا کیا حشر ہوگا' اس بارے میں آپ کا دستور خاموش ہے۔

اسی طرح ضیاء الحق صاحب نے اتنی بڑی فیڈرل شریعت کورٹ بنائی تو اس کے پیروں میں دو بیڑیاں اور ہاتھوں میں دو ہتھکڑیاں ڈال دیں۔ اس حوالے سے اگرچہ ہمارے ہاں خلافت کا نظام عملاً قائم نہیں ہوا تاہم نظری طور پر تو ہم فیصلہ کر چکے ہیں کہ یہاں پر خلافت کا وہ نظام قائم ہوگا جو اس دَور کے تقاضوں کو پورا کرنے والا ہو۔ عہدِ حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے والے نظامِ خلافت کا اگر کوئی امکان ہے تو وہ یہی ملک پاکستان ہے۔ بہرحال جب میں نے افغانستان میں بہت سے حضرات سے یہ بات کی تو بعض حضرات نے دلچسپی سے میری بات کو سنا۔ خاص طور پر مولوی عبدالجلیل صاحب (ڈپٹی فارن منسٹر) نے مجھ سے کہا کہ آپ یہ بات لکھ کر ہمیں بھیج دیں تاکہ ہم اسے مجلس شوریٰ میں پیش کریں۔

ہم اپنے ساتھ کچھ نسخے ''نوید خلافت'' کے لے گئے تھے' جس میں وہ احادیث ہیں جن میں حضور ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ دنیا کے خاتمے سے قبل کل روئے ارضی پر نظامِ خلافت علیٰ منہاجِ النبوۃ دوبارہ قائم ہوگا' اور کچھ اشارات اس کے بھی ہیں

کہ عرب سے مشرق کی جانب کسی ملک سے اس کا آغاز ہوگا۔ اس حوالے سے افغانستان بھی مشرق میں ہے اور پاکستان بھی۔ علامہ اقبال نے اپنی شاعری کے بالکل آغاز میں کہا تھا ؎

میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

بہرحال ہم جس سے بھی وہاں ملے ان کو ہم نے ''نویدِ خلافت'' نامی کتابچہ دیا۔ اس کے علاوہ ''خطباتِ خلافت'' بھی ہدیتاً پیش کیے اور میں نے ان سے کہا کہ آپ حضرات اس پر غور کریں۔ اگرچہ یہ کتابیں ہم نے وہاں پہلے بھی پہنچائی تھیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اُن کو پڑھنے کی طرف شاید ان کی طبیعت راغب نہ ہوئی ہو' لیکن اب ان ملاقاتوں اور گفتگوؤں کے بعد امید ہے وہ ضرور ان کی طرف رجوع کریں گے۔ ان شاء اللہ!

خلافت کے دستوری ڈھانچے کے بارے میں ضروری گفتگو عبدالقدیر صاحب (قائم مقام وزیر اعظم) سے ہوئی اور میں متاثر ہوا کہ میری گفتگو کو انہوں نے فوراً بھانپ لیا اور انہوں نے بہت ذہانت کے ساتھ اعتراف کیا کہ ہمارے ہاں ریاست کے ابھی دو ستون قائم ہیں' تیسرا ابھی موجود نہیں ہے۔ ابھی حالات کچھ نارمل ہو جائیں اور ہم تھوڑے سے settle ہو لیں تو پھر تیسرا ستون بھی وجود میں لائیں گے۔ ابھی تو انتظامیہ (Executive) ہے' احکام کی تنفیذ ہو رہی ہے' گورنرز کو مرکز سے جو احکام ملتے ہیں وہ ان کی تنفیذ کر رہے ہیں۔ اسی طرح بھرپور طریقے سے آزاد عدلیہ (Judiciary) موجود ہے۔ البتہ مقنّنہ (Legislature) کا وجود ہمارے ہاں نہیں ہے۔ جب تک ہمارے حالات ٹھیک نہ ہو جائیں اور شمالی اتحاد کے خلاف جو جنگ چل رہی ہے جب تک کہ یہ اونٹ کسی کروٹ بیٹھ نہ جائے اس وقت تک ہم اس پر توجہ نہیں دے سکتے۔ اس کے بعد جب ہم اطمینان کے ساتھ جائزہ لیں گے تو پھر ظاہر بات ہے کہ ہم مکمل ڈھانچے کو قائم کریں گے۔ انہیں بھی میں نے ''خطباتِ خلافت'' نامی کتاب دی۔ انہوں نے اسے پڑھنے کا وعدہ کیا اور مجھے امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ اسے پڑھیں گے اور اس طرح ہماری فکر اور سوچ ان کے لئے ضرور ممدّ و معاون

ثابت ہو گی۔ ظاہر بات ہے یہ کوئی میری خود ساختہ سوچ نہیں ہے۔ یہ سوچ دراصل علامہ اقبال اور مولانا مودودیؒ کی سوچ ہے۔ میں نے بارہا کہا ہے کہ میں مولانا مودودی مرحوم کو بیسیویں صدی عیسوی کا سب سے بڑا مسلم پولیٹیکل سائنٹسٹ سمجھتا ہوں' اگرچہ وہ عملی سیاست میں ناکام آدمی تھے۔ ان سے کچھ غلطیاں بھی ہوئی ہیں۔ بہر حال عہدِ حاضر میں اسلامی ریاست کے خدوخال پر نظری اعتبار سے سب سے زیادہ وقیع کام مولانا مودودی نے کیا ہے اور میں ان کی کتاب ''اسلام کا نظریۂ سیاسی'' سے صد فیصد متفق ہوں۔ البتہ میں نے اس فکر کے بعض پہلو مزید اجاگر کئے ہیں اور اس کی مزید وضاحت کی ہے۔ آپ کو معلوم ہے اسی طرح شمع سے شمع جلتی ہے اور بات مزید آگے بڑھتی ہے۔ مولانا مودودی نے بھی اصل فکر علامہ اقبال سے لیا ہے۔ علامہ اقبال کے خطبات کے اندر یوں سمجھئے ایمبریونک فارم اور پوٹنشل فارم میں ان کا پورا کا پورا فکر موجود ہے۔

ایک اور بات جو میں عرض کروں گا وہ یہ کہ ہمارے کئی ساتھیوں نے مختلف مواقع پر مختلف حضرات سے تاریخ طالبان پر بات کی تو بار بار یہ خیال ظاہر کیا کہ کیا آپ لوگ ان چیزوں کو لکھ رہے ہیں اور ان کا ریکارڈ رکھ رہے ہیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ یہ تحریک کس طریقے سے اُبھری ہے اور آگے بڑھی ہے۔ اس کے جواب میں وہ خاموش ہو جاتے تھے۔ گویا ان چیزوں کے ریکارڈ کرنے کی انہیں ابھی فرصت نہیں ہے۔ لیکن اس ضمن میں مَیں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ ایک ہے تاریخ سازی' یعنی تاریخ بنانا' اور ایک ہے تاریخ نویسی۔ تاریخ سازی یہ ہے کہ ایک نیا دَور اور نیا نظام دنیا کے سامنے آئے۔ اصل میں افغانستان میں اس وقت ایک بہت بڑی اور بڑی اہم تاریخ سازی ہو رہی ہے اور جس وقت تاریخ سازی ہو رہی ہوتی ہے اس وقت لوگوں کو فرصت نہیں ہوتی کہ وہ اس کو بیٹھ کر ریکارڈ بھی کریں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی انقلابی جدوجہد میں سب سے زیادہ ٹھوس (profound) دَور تو مکی دَور ہے' جس میں آزمائشوں کی بھٹیوں سے گزر کر اصل جماعت تیار ہوئی ہے۔

تو آگ میں جل اور خاک میں مل جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر!

یہ کام مکّہ میں ہوا ہے اور ایک جماعت تیار ہوئی ہے جو زرِ خالص تھا۔ لیکن آپ کے علم میں ہے کہ حضور ﷺ کا جو مکی دَور ہے اس میں ہمیں سیرتِ مطہرہ کے چند واقعات ہی مصدقہ طور پر ملتے ہیں۔ وہ تیرہ برس کہاں ریکارڈ کیے گئے ہیں؟ جبکہ مدنی دَور دس برس کا ہے‘ اس کی تفاصیل آپ کو مل جائیں گی۔ اُس وقت جو تاریخ سازی ہو رہی تھی اس کا آپ اندازہ کیجئے کہ ڈاکٹر مائیکل ہارٹ نے کہا ہے کہ تاریخ انسانی کے عظیم ترین تاریخ ساز محمد (ﷺ) تھے۔ اپنی کتاب ''دی ہنڈرڈ'' میں وہ حضور ﷺ کو کتاب کے شروع میں لایا ہے۔ آج سے چودہ سو برس قبل جب یہ تاریخ ایک موڑ مڑ رہی تھی تو دنیا کو کیا پتہ تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ ابتدائی مرحلے میں تو اہلِ عرب کو بھی معلوم نہیں ہوا کہ کیا ہو رہا ہے‘ مکّہ کے اندر کیا کھچڑی پک رہی ہے۔ دس برس تک تو عرب کے لوگوں کو اندازہ ہی نہیں ہوا کہ کیا ہونے والا ہے‘ اور جب اندرونِ ملک عرب انقلاب کی تکمیل ہو گئی تھی اس وقت بھی قیصر و کسریٰ یعنی وقت کی عظیم ترین سپر پاورز کو پتہ بھی نہیں چلا کہ کیا ہو رہا ہے اور خود اُن کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ یہ تو آج ہم دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ۶۱۰ء سے لے کر ۶۳۲ء تک تاریخ انسانی کے ۲۲ برس میں تاریخ انسانی نے کتنی عظیم کروٹ لی ہے۔ ۶۱۰ء میں وحی کا آغاز ہوا اور ۶۳۲ء میں حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا تھا۔ تاریخ انسانی کے یہ بائیس برس کس قدر profound تھے!

بالکل اسی طرح کا معاملہ ہمارے پڑوس افغانستان میں ہے۔ اس وقت وہاں تاریخ ایک بہت بڑا موڑ مڑ رہی ہے‘ ہمیں اس کا اندازہ نہیں ہے۔ ہمارے بالکل پہلو میں اللہ تعالیٰ نے جس طور سے یہ حالات بنائے اور اس کا اب جو نتیجہ نکلا ہے وہ یہ کہ ایک عظیم نظام کی بنیاد رکھ دی گئی ہے‘ ایک شمع جلا دی گئی ہے اور پوری دنیا اس کو بجھانے کے درپے ہو گئی ہے ﴿ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝﴾ یعنی ''یہ تو چاہتے ہیں کہ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں‘ جبکہ اللہ تو اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا‘ چاہے کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار گزرے''۔ اس کا نقشہ آج آپ افغانستان میں دیکھ لیجئے۔ وہ لوگ اس طرح سے جمے اور ڈٹے ہوئے ہیں کہ انہیں کوئی فکر نہیں ہے‘ امریکہ خلاف ہے تو ہوا کرے‘ روس

بعد بھارت خلاف ہیں تو ہوا کریں۔ البتہ یہ ضرور ہے جس کا مجھے افسوس ہوتا ہے کہ ایران کا ہے کو مخالف ہے؟ ظاہر بات جہاں تک امریکہ' روس اور بھارت کا تعلق ہے ان پر تو یہ شعر صادق آتا ہے ۔

نیشِ عقرب نہ ازپۓ کین است
اقتضاۓ طبیعتش این است

یعنی بچھو اگر ڈنگ مارتا ہے تو کسی کی دشمنی کی وجہ سے نہیں مارتا۔ اگر آپ کو اس نے ڈس لیا ہے تو آپ سے اس کی دشمنی تو نہیں ہے' بلکہ اس کی طبیعت کا تقاضا یہی ہے' اس کی جبلت اور فطرت ہی یہ ہے۔ روس' بھارت اور امریکہ کی تو فطرت ہی یہی ہے' ایران کو کیا ہورہا ہے؟ بہرحال آپ نے خبر پڑھ لی ہوگی کہ قاضی حسین احمد صاحب ایران گئے ہیں اور ان کی کوشش ہے کہ طالبان حکومت اور ایران کے درمیان مفاہمت کرائیں۔ اللہ انہیں کامیاب کرے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ بہت اہم معاملہ ہے۔ لیکن جہاں تک طالبان کا معاملہ ہے وہ نہایت پُرسکون ہیں' گویا انہیں کوئی تکلیف ہے ہی نہیں۔ جو قوم پندرہ لاکھ افراد کی قربانی دے چکی ہو اسے اب موت کیا ڈراۓ گی!

مجھے خود بھی اپنی زندگی میں موت کا تجربہ ہوا تھا۔ قیام پاکستان کے وقت ۱۹۴۷ء میں جب فسادات ہو رہے تھے' گولیاں چل رہی تھیں' لوگ مر رہے تھے۔ اس وقت موت معمول کا ایک حصہ بن گئی تھی۔ ہم حصار میں محصور تھے' ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں اور میرے ساتھ ایک اور صاحب کھڑے تھے کہ تھری ناٹ تھری کی گولی اس کے کندھے سے گزرتی ہوئی پیچھے دیوار میں لگی اور اس نے دیوار کے اندر اینٹ توڑ دی۔ وہ بے چارہ گرا اور ہم نے پرانی رضائی کا گودڑ لے کر اسے جلا کر' اسے ٹھونس کر اس کے زخم میں بھر دیا۔ اس وقت موت اتنی عام نظر آرہی تھی کہ موت کا خوف نکل گیا تھا۔ موت جب ذرا دور دور رہے تو اس کا خوف زیادہ رہتا ہے اور جب سامنے آجاۓ تو اتنا ڈر نہیں رہتا اور جب معمول بن جاۓ تو اس کا خوف بالکل نہیں رہتا۔ بالکل یہی کیفیت افغانستان میں ہے۔

قندھار سے کابل ہم جس جہاز میں جا رہے تھے اس میں مجاہدین کا ایک جتھہ بھی

شمالی اتحاد کے خلاف جہاد کے لئے جا رہا تھا۔ ہم نے دیکھا وہ سادہ سے عام آدمی ہیں' ان کے پاس کوئی وردی بھی نہیں ہے۔ یہ مجاہدین جہاز کے فرش پر اطمینان سے بیٹھ گئے۔ 4×4 کی ایک ڈبل کیبن پک اپ بھی اسی جہاز میں ڈالی ہوئی تھی۔ اسی میں ہم بھی تھے۔ مجھے تو انہوں نے پائلٹ کے پیچھے سیٹ دے دی تھی اور ہمارے ساتھیوں کے بیٹھنے کے لئے انہوں نے خشک گھاس سے بھری ہوئی بوریوں کا انتظام کر دیا تھا۔ اس حالت میں وہاں جہاد و قتال ہو رہا ہے اور ساری دنیا ان کے خلاف ہے۔ احمد شاہ مسعود کو پوری دنیا سے سپورٹ مل رہی ہے۔ لیکن وہ لوگ ڈٹے ہوئے ہیں' انہیں بالکل تشویش ہی نہیں ہے۔ حالانکہ آپ کے علم میں ہے کہ کابل سے تیس چالیس میل کے فاصلے پر احمد شاہ مسعود کی فوجیں موجود ہیں۔ اصل میں مسئلہ یہ ہے کہ باغیوں کے پاس جو علاقہ ہے وہ ''قیف'' کی مانند ہے' جو اوپر سے کھلا ہوتا ہے اور نیچے اس کی ڈنڈی سی آتی ہے۔ بدخشاں کا پورا صوبہ باغیوں کے قبضے میں ہے۔ اس کے بعد ''پروان'' بھی آدھے سے کم ان کے پاس ہے۔ اور نیچے آ جائیں تو صرف ایک وادی ہے جس کی ٹپ کابل سے تیس چالیس میل دور تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن کابل میں کوئی اندیشہ اور خوف نہیں ہے۔ وہ لوگ ان مراحل سے اس طرح گزر چکے ہیں کہ ان کی صورت حال یہ ہو چکی ہے ۔

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید
ناامیدی اس کی دیکھا چاہئے!

بہر حال ہمیں اس وقت احساس ہونا چاہئے کہ تاریخ ایک بہت بڑا موڑ مڑ رہی ہے۔ محمد عربی ﷺ کی جو پیشین گوئیاں ہیں ان کے پورے ہونے کا نقطہ آغاز ہم افغانستان میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آئے ہیں۔ اس حوالے سے علامہ اقبال کے دو شعر مجھے بہت پسند ہیں ۔

آسیا یک پیکرِ آب و گِل است
ملّتِ افغاں دریں پیکر دل است
از کشادِ اُو کشادِ آسیا
از فسادِ اُو فسادِ آسیا!

یعنی ایشیا مٹی اور پانی کا ایک پیکر ہے اور قوم افغان اس پیکر میں دل کے مانند ہے۔ اس دل کی صحت سے ایشیا کی صحت ہے اور اس دل کے بیمار ہونے سے پورا ایشیا بیماری میں مبتلا ہو جائے گا۔ جیسے ہمارا جسم مٹی سے بنا ہوا ہے لیکن اس میں ایک دلِ آگاہ یعنی قلب ہے۔ حدیث میں آیا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:

((اَلا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً ' اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ ' اَلا وَهِيَ الْقَلْبُ)) (متفق علیہ)

''آگاہ رہو! انسانی جسم میں ایک لوتھڑا ایسا ہے کہ اگر وہ درست، صحت مند اور صحیح ہو تو پورا جسم صحت مند ہو گا اور اگر اس میں فساد، بیماری اور روگ ہو تو پورا جسم مریض ہو جائے گا۔ جان لو کہ وہ دل ہے!''

علامہ اقبال نے کہا ہے کہ یہی کیفیت ایشیا میں افغانستان کی ہے۔

اس سے بھی آگے بڑھ کر افغانستان کے بارے میں ان کے یہ الفاظ بھی یاد رکھنے کے قابل ہیں جو انہوں نے ۱۹۳۶ء میں لندن سے شائع ہونے والی کتاب "Afghanistan : a Brief Survey" مؤلفہ: جلال الدین احمد کے پیش لفظ میں تحریر فرمائے تھے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:

''میں ہمیشہ سے افغان قوم کو لامتناہی قوتوں کا حامل سمجھتا ہوں۔ اس قوم نے محمد غوری، علاؤ الدین خلجی، شیر شاہ سوری، احمد شاہ ابدالی اور سب سے بڑھ کر جمال الدین افغانی کو پیدا کیا۔ ان افغانوں کی ایک خصوصیت قدامت پسندی کا ایک جوش ہے جو ان کے لئے ہمیشہ قوت کا سرچشمہ رہا ہے اور رہے گا۔ اس کے ذریعے ماضی سے ان کا رشتہ زندہ وسلامت رہتا ہے''۔

یہ قدامت پسندی گویا کہ ماضی سے جڑے رہنے کے لئے بہت ہی قوی جذبۂ محرکہ ہے۔ مگر وہ اپنے نئے زمانے کے مطالبات سے بھی بے بہرہ نہیں ہوئے۔ ان کی قدامت پسندی نے انہیں اپنی روایات پر فخر کرنا تو سکھایا ہے، لیکن روایات کے بوجھ سے ان کے اندر کی روح کے ارتقاء میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔ افغانوں کی قدامت پسندی تو اعجاز ہے، یہ اپنی جگہ برقرار بھی ہے اور اسے جدید ثقافتی قوتوں کا نہ صرف شعور ہے بلکہ وہ اس کے مزاج میں رچ بس گئی ہے اور یہی افغان قوم کی صحت

مندی کا راز ہے۔

یوں سمجھئے کہ اسلام کی جو قدیم ترین اساسات اور ہمارے تہذیب و تمدن کی جو قدیم ترین بنیادیں ہیں ان کو intact رکھتے ہوئے ﴿اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرۡعُهَا فِی السَّمَآءِ﴾ کے مصداق یعنی جڑ مضبوطی سے اپنی جگہ قائم ہو اور پھر درخت کی شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی ہوں' ان شاء اللہ تعالیٰ یہ کیفیت وہاں ہوگی' لیکن اس میں ابھی وقت لگے گا۔ وہ رفتہ رفتہ کھل رہے ہیں اور انہیں زمانے کے حالات اور تقاضوں سے واقفیت ہو رہی ہے۔ جب وہ آئے تھے تو ظاہر بات ہے اس کے لئے وہ ذہناً تیار نہیں تھے' وہ تو صرف عربی مدارس کے طلبہ تھے لیکن ان شاء اللہ تعالیٰ عہدِ حاضر کے جو تقاضے ہیں وہ ان پر منکشف ہو جائیں گے۔

اب میں آپ سے عرض کروں گا کہ پاکستان میں اقامتِ دین کی جِدّوجُہد کے حوالے سے مُلاّ عمر صاحب کا ہمیں کیا مشورہ ہے۔ میں نے ان سے مسجد میں جو ملاقات کی اس میں ان سے کچھ باتیں ہوئیں' میں کچھ مزید باتیں علیحدگی میں بھی کرنا چاہتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ میرے پرائیویٹ سیکرٹری سے گفتگو کر لیجئے' وہ آپ کی باتیں لکھ کر ان کا جواب مجھ سے معلوم کر لے گا اور پھر آپ کو بتا دے گا۔ چنانچہ طیب آغا صاحب پہلے مجھ سے ملاقات کے لئے آئے اور پھر انہوں نے ملا عمر صاحب سے ملاقات کے بعد مجھے جو کچھ بتایا اس کا خلاصہ آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

انہوں نے کہا کہ دینی جماعتیں اپنے اپنے ملکوں میں اقامتِ دین کی جِدّوجُہد بھرپور طریقہ پر جاری رکھیں۔ ظاہر بات ہے یہ ملک موجود ہیں۔ اُمّتِ مُسلمہ کے سب سے بڑے حُدی خواں اور وحدتِ اُمّت کے سب سے بڑے عَلَم بردار علامہ اقبال ہیں ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

لیکن انہوں نے اپنے خطبات میں اعتراف کیا ہے کہ اس وقت دنیا میں کوئی ایک اُمّتِ مُسلمہ موجود نہیں ہے' بحالاتِ موجودہ تو ''کامن ویلتھ آف مسلم نیشنز'' ہی وجود میں آ جائے تو بڑی بات ہوگی۔ مسلمانوں کی کامن ویلتھ بھی آج تک نہیں بن سکی۔ اسلامی

ممالک کی تنظیم (.O.I.C) کی تو کوئی اہمیت ہی نہیں ہے‘ یہ معاملہ تو سارا ceremonial ہے۔ اس اعتبار سے کامن ویلتھ آف مسلم نیشنز قائم ہو جائے تو واقعتاً بڑی بات ہے۔ اسی طرح میں عرض کر رہا ہوں کہ دنیا میں مختلف مسلم ممالک ہیں‘ ان کی اپنی حدود ہیں اور ان کے اپنے اپنے مختلف حالات ہیں۔ ہر ملک کے اپنے اپنے مسائل ہیں۔ اس لئے ان کا یہ مشورہ اپنی جگہ صائب ہے کہ اپنے اپنے ملکوں میں پوری قوت کے ساتھ‘ خلوص واخلاص کے ساتھ اقامتِ دین کی جدّوجہد جاری رکھیں۔

ان کا دوسرا مشورہ یہ تھا کہ علماء کرام کی راہنمائی اور ان کی آشیر باد ضرور حاصل کریں۔ یہ ان کا بہت ہی مخلصانہ مشورہ ہے۔ اور اب میں طے کر کے آیا ہوں کہ ان شاء اللہ اس کی روشنی میں اپنی سی کوشش کروں گا۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی میرا اپنا رجحان یہی رہا ہے کہ میں علماء کرام سے رابطہ رکھتا ہوں‘ لیکن اب میں زیادہ کوشش کروں گا۔

تیسری بات انہوں نے یہ کہی کہ حکومت سے تصادم کی کوئی روش اختیار نہ کی جائے۔ جو بھی بین الاقوامی اور ملکی حالات ہیں‘ ان کے پیش نظر حتی الامکان تصادم سے بچا جائے۔ اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ انہیں پاکستان کے ملکی حالات سے خوب واقفیت ہے۔

جمعہ ہم نے قندھار میں ادا کیا۔ قندھار کی ایک مسجد ہے جو ''مسجد خرقہ'' کہلاتی ہے۔ وہاں بڑی خوبصورت عمارت میں ایک جامہ رکھا ہوا ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا جامہ مبارک ہے جو کہ تبرک کی حیثیت سے موجود ہے۔ اس کے بالکل ساتھ ہی احمد شاہ ابدالی کا مزار ہے‘ احمد شاہ ابدالی کو وہاں کے لوگ بہت محبت کے ساتھ احمد شاہ بابا کہتے ہیں‘ اس لئے کہ ماڈرن افغانستان کا بانی احمد شاہ ابدالی ہے اور اس ملک کا نام افغانستان احمد شاہ ابدالی ہی نے رکھا تھا۔ احمد شاہ ابدالی ہمارا بھی بہت بڑا محسن ہے۔ اٹھارہویں صدی میں مرہٹوں کا عظیم طوفان اٹھا تھا جو پورے وسطی ہند پر چھا گیا تھا۔ وہ ہر جگہ سے چوتھ لے رہے تھے اور ہندوستان سے مسلمانوں کا قلع قمع کرنے پر تلے ہوئے تھے‘ جیسے کہ آج آر ایس ایس‘ وشوا ہندو پریشد اور شیوسینا وغیرہ یہ سب اسی علاقے مہاراشٹر اور مدھیہ پردیش سے اٹھی ہیں۔ اسی علاقے سے مرہٹوں

کا جو طوفان اٹھا تھا اس کی کمر احمد شاہ ابدالی نے توڑی تھی۔ بارھویں صدی کے مجدّدِ اعظم شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے خط لکھ کر احمد شاہ ابدالیؒ کو دعوت دی تھی کہ اس وقت ہندوستان میں کوئی مسلمان، نواب یا حکمران ایسا نہیں ہے کہ جو اس سیلاب کا رخ موڑ سکے، لہٰذا تم یہاں آؤ۔ اس دعوت پر احمد شاہ ابدالی آئے اور پانی پت کی تیسری جنگ میں مرہٹوں کا مقابلہ کیا۔ اگرچہ مرہٹوں کی فوج لاکھوں میں تھی اور ان کے صرف بارہ ہزار آدمی تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ تائید غیبی ایسی حاصل ہوئی کہ مرہٹوں کو شکستِ فاش ہوئی۔ اس اعتبار سے احمد شاہ ابدالی ہمارے بہت بڑے محسن ہیں۔ ان کا مزار بھی وہیں قندھار میں جامع مسجد کے پاس ہے۔ اس جامع مسجد میں ظاہر بات ہے خطاب جمعہ پشتو میں ہوا، لیکن اس میں انہوں نے وہ آیات پڑھیں جن سے کہ میں نے اپنی گفتگو کا آغاز کیا ہے۔

اس وقت افغانستان میں جلنے والے چراغ کو پوری دنیا بجھانے پر تلی ہوئی ہے۔ اس پر بالکل بے جا پابندیاں لگائی جا رہی ہیں۔ روس اور امریکہ اس معاملہ میں یک جان دو قالب ہو گئے ہیں۔ بھارت کو نہ معلوم کیا دشمنی ہے، حالانکہ بہت عرصے سے افغانستان اور بھارت کے تعلقات بہت اچھے رہے تھے، بلکہ ظاہر شاہ کے دور میں پاکستان سے ان کے تعلقات اچھے نہیں تھے، مگر ہندوستان سے اچھے تھے۔ لیکن اب یہ اسلام دشمنی کا مظہر ہے کہ اس وقت بھارت افغانستان کا کٹر دشمن بن گیا ہے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا، مجھے افسوس ایران پر ہوتا ہے۔ ان حالات میں وہاں کے خطیب نے جو آیات پڑھیں میں نے انہی سے آج کی گفتگو کا آغاز کیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مبعوث ہوئے تو ان سے پہلے بھی آلِ فرعون نے بنی اسرائیل کے خلاف سخت ظلم و بربریت روا رکھی تھی۔ پھر ان کی آمد کے بعد بھی وہی معاملہ رہا، تو فرمایا:

﴿قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۖ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (الاعراف: ۱۲۸، ۱۲۹)

''حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا: اللہ سے مدد چاہو اور صبر پر قائم رہو' یقیناً زمین تو اللہ کی ملکیت ہے' وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے وارث بنا دیتا ہے اور آخری کامیابی انہی کے لئے ہے جو اس کا تقویٰ اختیار کریں۔ انہوں نے جواباً کہا کہ ہمیں تو ایذائیں دی جا رہی تھیں اس سے پہلے بھی کہ آپ ہمارے پاس آئے اور آپ کے آنے کے بعد بھی ہمارا حال تو وہی ہے (ہم پر تو وہی تشدد و بربریت ہے) حضرت موسیٰؑ نے فرمایا: قریب ہے کہ تمہارا ربّ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تمہیں زمین میں خلافت عطا کرے' پھر وہ دیکھے کہ تم کیا کرتے ہو۔''

ان آیات پر میں اپنے خطاب جمعہ میں گفتگو کر چکا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ جس طرح آج کے حالات ہیں' ان پر پابندیاں ہیں' جس طرح کی سختیاں اور مصائب وہ جھیل رہے ہیں' کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی آزمائشیں آئی ہیں' خشک سالی کا معاملہ بڑی شدت سے گزر رہا ہے' اس کے باوجود وہ بڑے امن وسکون کے ساتھ اس راستے پر چل رہے ہیں۔

بس ایک اندیشہ مجھے یہ تھا کہ کہیں ان کے عوام تنگ آ کر اس حکومت کے خلاف کھڑے نہ ہو جائیں کہ ہمیں امریکہ مدد دینے کو تیار ہے' صرف طالبان کی حکومت رکاوٹ بنی ہوئی ہے' ہمارے مصائب ومشکلات اسی کی وجہ سے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ عوام کی وہ تربیت تو نہیں ہوئی۔ ظاہر شاہ کی حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد سے لے کر طالبان کی تحریک تک جو سارے دور میں نے گنوائے ہیں' یوں سمجھئے کہ تاریخ کا عمل اس قدر تیز رفتار تھا کہ اس دوران میں کسی تعلیم وتربیت اور کسی تزکیہ کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اس لحاظ سے عوامی سطح پر تو صورت حال اتنی اچھی اور خوش آئند نہیں ہے' لیکن ظاہر بات ہے کہ ایسی آیات کی تلقین کے ذریعے سے ہی وہ اپنی قوم کو تیار کر سکتے ہیں کہ یہ مشکلات پہلے بھی آتی رہی ہیں اور اب بھی آ رہی ہیں' اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ان مشکلات کو برداشت کر سکیں اور صبر واستعانت باللہ پر کاربند رہ سکیں۔

آخری بات یہ کہ ہم نے کابل میں کچھ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی قبور کی زیارت کی۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں یہاں لشکر آئے تھے اور انہوں نے

افغانستان کا کچھ علاقہ فتح کیا تھا۔ ساٹھ ستر صحابہؓ وہاں مدفون ہیں اور ایک تختی پر بہت سے لوگوں کے نام بھی لکھے ہوئے ہیں۔ ہمیں یہ سعادت حاصل ہوئی کہ ہم وہاں حاضر ہوئے اور ان کی قبروں کی زیارت کی۔

اب ہمارے لئے لمحہ فکر یہ یہ ہے کہ پاکستان جو اسلام کے نام پر بنا اور جس میں خلافت کے تمام اصول نظری طور پر دستور میں طے کئے جا چکے ہیں' ان کو عملی شکل دینا ایک بہت بڑا منصوبہ اور بہت بڑی مہم ہے۔ اس کے لئے ہم میں سے ہر شخص کو کمر کسنی چاہئے۔

مجھے خوشی ہے کہ آپ اتنے ذوق شوق سے افغانستان کے حالات معلوم کرنے کے لئے آئے اور آپ نے اس قدر اطمینان وسکون کے ساتھ ساری بات سنی۔ لیکن یہ سننا سنانا بے کار ہے اگر ہم طے نہ کریں کہ ﴿اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o﴾ ''میری نماز' میری قربانی (جس طرح اللہ کے لئے ہے اسی طرح) میرا مرنا اور جینا بھی اللہ کے لئے ہے۔'' اس کے طریقہ کار کے بارے میں غور وفکر کیا جائے' سوچا جائے۔ آپ عزم کرلیں اور دیکھیں کہ مختلف جماعتوں کے سامنے کیا طریقہ کار ہے۔ جس پر آپ کا دل مطمئن ہو جائے' اس میں شامل ہو جائیں۔ ہم جو طریقہ کار اپنے سامنے رکھتے ہیں اس پر بھی غور کریں۔ اگر اس پر دل ٹھک جائے تو ہمارا ساتھ دینا آپ پر واجب ہو جائے گا۔ اگر دل مطمئن نہیں ہوتا تو ٹھیک ہے' میں نے کوئی نبوت یا معصومیت کا دعویٰ نہیں کیا۔ میں نے قرآن میں غور وفکر کیا ہے' سوچ بچار کیا ہے' سیرت نبوی ﷺ کا تجزیہ کیا ہے' اسی سے منہج انقلاب نبوی اخذ کیا ہے (''منہج انقلاب نبوی'' کتاب بھی موجود ہے) اور اسی نہج پر ہم کام کر رہے ہیں۔ ''خطبات خلافت'' میں بھی اس کا خلاصہ موجود ہے۔ اب آپ کو چاہئے کہ اس معاملے میں پیش قدمی کیجئے' آگے بڑھئے اور اس کے لئے عملی جدو جہد میں حصہ لیجئے۔

اَقُوْلُ قَوْلِیْ هٰذَا وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِیْ وَلَكُمْ وَلِسَآئِرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ oo

اسلام میں عورت کا مقام(۳)

ڈاکٹر اسرار احمد ' امیر تنظیم اسلامی
مرتب : شیخ جمیل الرحمٰن مرحوم

عورت کا اصل دائرہ کار

اب آیئے ستر و حجاب اور اسلام میں عورت کے اصل مقام کے مسائل کی طرف۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کے متعلق میری آراء اور میرے نظریات پر' جو دراصل میرے نہیں بلکہ قرآن و سنّت کے احکام ہی سے ماخوذ و مستنبط ہیں' اخبارات و رسائل میں میرے خلاف ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا ہے۔ دورِ حاضر کی کچھ عالمہ و فاضلہ اور مفسراتِ قرآن فرما رہی ہیں کہ "ڈاکٹر اسرار اسلام سے ناواقف ہے' وہ رجعت پسند اور قدامت پسند ہے۔ وہ دقیانوسی نظریات و خیالات رکھتا ہے۔" اور مطالبہ کر رہی ہیں کہ اسے مجلس شوریٰ سے نکالو' اس کا ٹی وی پروگرام "الہدیٰ" بند کرو(۱)' وہ عورتوں کے حقوق غصب کرنا چاہتا ہے' وہ آزادیٔ نسواں کا دشمن ہے۔

ان سب باتوں کے جواب میں مَیں اپنی اُن بہنوں سے عرض کروں گا کہ میں نے کبھی عالم دین ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ میں نے اپنے متعلق جب کچھ کہا ہے تو یہی کہ میں قرآن مجید کا محض ایک ادنیٰ طالب علم اور سنّت رسولؐ کا ادنیٰ درجے ہی میں سہی ایک والہ و شیفتہ ہوں ـــــ رہا رجعت پسندی اور قدامت پسندی کا سوال! تو مجھے اپنی اس رجعت و قدامت پسندی پر فخر ہے کہ میرے لئے اصل معیارِ حق و باطل وہ کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے جس پر آج سے ساچودہ سو سال قبل وہ معاشرہ وجود میں آیا تھا جس سے زیادہ صالح معاشرہ اس سینۂ گیتی کے اوپر اور فلک نیلی فام کے نیچے کبھی قائم نہیں ہوا اور جس کی برکات کا کچھ پرتو اب بھی عالم میں موجود ہے اور جس کی کامل برکات سے بہرہ مند ہونے کے لئے بنی نوعِ انسان کا اجتماعی ذہن لاشعوری طور پر

ہنوز پیاسا' جویا اور متلاشی ہے۔ بقول علامہ اقبال ؎

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو
زاں کہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفیٰ ؐ او را بہاست!!
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ ؐ است

میں ایسی تمام بہنوں اور بھائیوں سے وہی بات عرض کروں گا جو "خلق قرآن" کا فتنہ برپا ہونے کے دَور میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہی تھی کہ :

"اِیْتُوْنِیْ بِشَیْءٍ مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ وَسُنَّۃِ رَسُوْلِہٖ حَتّٰی اَقُوْلَ"

(میرے پاس اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت سے کوئی دلیل لاؤ تو لازماً مان لوں گا۔)

میرا دعویٰ

البتہ میں قرآن و سُنّت کے اپنے حقیر مطالعے کی بنیاد پر پورے وثوق' اعتماد اور دعوے سے عرض کروں گا کہ ستر و حجاب کے مکمل قوانین و ضوابط قرآن و سُنّت نے مقرر کئے ہیں' اس مسئلے سے متعلق احکام بڑی تفصیل سے دیئے ہیں' بہت واضح طور پر دیئے ہیں' اِن میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ پھر یہ کہ قرآن و حدیث نے عورت کا اصل مقام اس کا گھر قرار دیا ہے۔ میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ جو شخص کسی درجے میں بھی کتاب و سنّت سے تھوڑی سی واقفیت رکھتا ہو اور اُس کے دل میں کچھ خوف و خشیت الٰہی بھی موجود ہو وہ میرے اس دعوے کو چیلنج نہیں کر سکتا ـــــ عورت کے دائرۂ کار اور ستر و حجاب کی شرعی حدود کی بحث میں حصّہ لینے والے مَرد اور خواتین خود کو مسلمان کہتے ہیں' لیکن ان کا رویہ یہ ہے کہ وہ قرآن و سُنّت کا اتباع اور اسلام کی پیروی کرنے کے بجائے اپنی خواہشات و نظریات کے پیچھے چلنا چاہتے ہیں' لیکن ظاہر یہ کرتے ہیں کہ ان سے زیادہ اسلام کو سمجھنے والا اور اس کا شیدائی کوئی نہیں اور انہیں قرآن و سنّت سے انکار نہیں ہے' انہیں انکار ہے تو "دینِ مُلّا" یا ڈاکٹر اسرار جیسے "رجعت پسند و قدامت پسند" لوگوں کے نظریات و افکار سے ہے۔ میں اپنی ان تمام بہنوں سے جو یہاں میری بات سننے تشریف

لائی ہیں اور آپ تمام حضرات سے درخواست کروں گا کہ پہلے سے قائم شدہ نظریات و تصورات سے اپنے ذہن کو خالی کر کے قرآن و سُنّت کی تعلیمات پر معروضی طور پر غور فرمائیے۔ ان شاء اللہ آپ کے سامنے واضح طور پر یہ بات آجائے گی کہ ازروئے قرآن و سُنّت ستر و حجاب کے احکام کیا ہیں اور عورت کا اصل مقام کیا ہے!!

ستر و حجاب

آج سے تقریباً دو سو سال قبل جب انگریزی استعمار اور امپیریلزم کا غلبہ برعظیم پاک و ہند میں شروع ہوا اور سیاسی غلامی پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی تو ساتھ ہی "اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ" کے مقولے کے مطابق ذہنی غلامی اور استیلاء کے دَور کا آغاز ہوا اور یہاں کے ان مسلمانوں نے جنہوں نے انگریزی تعلیم حاصل کی اور جو سرکاری مناصب تک پہنچے مرعوب ذہنیت کے ساتھ مغربی طور طریقے' طرزِ بود و باش اور طرزِ معاشرت اختیار کرنی شروع کی۔ پھر دوسری جنگ عظیم کے بعد جو مسلم ممالک یورپ کے پنجۂ استبداد میں گرفتار ہوئے تو وہاں بھی مترفین اس تہذیب کی کورانہ تقلید میں لگ گئے۔ اس طرح جدید تعلیم یافتہ نسل اس بات کو فراموش کر بیٹھی کہ شریعت اسلامی میں ستر و حجاب کے احکام بھی ہیں اور عورت کا اصل دائرہ کار بھی معین ہے۔

اس بات کو جان لیجئے کہ ستر و حجاب کے ضمن میں بھی یہ اصول کار فرما رہا ہے کہ یہ احکام بھی بتدریج نازل ہوئے ہیں۔ یہ تمام احکام دو سورتوں یعنی سورۃ الاحزاب اور سورۃ النور میں مکمل ہو جاتے ہیں۔ ان دونوں سورتوں کے زمانہ نزول کو اگر سامنے رکھا جائے' جو حکمت تشریع کو سمجھنے کے لئے ازحد ضروری ہے' تو معلوم ہو جائے گا کہ پہلا حکم کون سا ہے اور دوسرا کون سا! کثیر التعداد اور معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ الاحزاب پہلے نازل ہوئی ہے' غزوۂ احزاب کے دوران یا اس کے فوراً بعد۔ اس میں حجاب کے ابتدائی احکام ہیں۔ یہ غزوہ شوال ۵ ھ میں ہوا تھا۔ جبکہ سورۃ النور غزوہ بنی المصطلق کے بعد نازل ہوئی ہے جو شعبان ۶ ھ کا واقعہ ہے۔ اس میں ستر و حجاب کے تکمیلی احکام بیان ہو گئے ہیں۔ اسی غزوے کے دوران واقعہ افک پیش آیا یعنی اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دَورانِ سفر میں جو ہار ٹوٹ گیا تھا جس کی تلاش کی وجہ سے

آپؓ قافلے سے پیچھے رہ گئیں تھیں اور پھر صفوانؓ بن معطّل سُلمی کے ساتھ آکر قافلے میں شامل ہوئیں اور اس واقعے کو منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت جڑنے کا بہانہ بنالیا۔ اور اس افک سے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت اسی سورۂ نور میں نازل ہوئی ہے۔

خواتین کے لئے اُسوہ

اب پہلے ایک اصل الاصول سمجھ لیجئے۔ سورۃ الاحزاب میں ایک آیت آئی ہے جس کا ابتدائی حصّہ آپ سب نے سیرتِ مطہرہ کی تقاریر کے ضمن میں لازماً سنا ہوگا۔ آیت یہ ہے :

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (الاحزاب : ۲۱)

"(اے مسلمانو!) تمہارے لئے رسول اللہؐ کی سیرت میں ایک نہایت عمدہ نمونہ (اور اسوۂ کاملہ) ہے۔"

یعنی اس اُسوہ کو دیکھو! اس کو سمجھو اور اس کو اپنے لئے آئیڈیل بناؤ۔ اس کا اتباع اور اس کی پیروی کرو' اس سے قریب تر ہونے کی کوشش کرو۔ تاقیامِ قیامت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ مسلمانوں کے لئے ایک بہترین اور اکمل اُسوہ و نمونہ ہے۔ اب غور کیجئے کہ مسلمان مَردوں کے لئے تو ہر لحاظ سے اور ہر اعتبار سے نمونہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ مَرد کی ایک حیثیت شوہر کی ہے' اس کے لئے بھی آنجنابؐ نمونہ ہیں۔ الغرض شوہر کی حیثیت ہو یا باپ اور خسر کی' معلم کی حیثیت ہو یا مربی و مزکی کی' سربراہِ مملکت کی حیثیت ہو یا قاضی القضاۃ کی' سپہ سالار یا جرنل کی حیثیت ہو یا فاتح کشور کی' ہر حیثیت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مَردوں کے لئے یقیناً اکمل و اَتم نمونہ و اُسوہ ہیں ___ لیکن مسلمان خواتین کے لئے آنحضرتؐ کی سیرت اور زندگی مکمل نمونہ نہیں بن سکتی۔ میرے اس جملے میں خاص طور پر "مکمل نمونہ" کے الفاظ توجہ چاہتے ہیں۔ بطورِ خاتون' بطورِ بیوی' بطورِ بیٹی اور بطورِ ماں یہ اُسوہ تو آپ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نہیں ملے گا' حالانکہ یہ بہت ضروری ہے۔ عورت کی ان حیثیتوں کے لئے بھی تو کوئی نمونہ' کوئی اُسوہ' کوئی آئیڈیل ہونا چاہئے کہ جس کو دیکھ کر تاقیامِ قیامت مسلمان خواتین اپنے طرزِ عمل کو معین کریں۔

حضور ﷺ کی زندگی کے جو دوسرے پہلو ہیں وہ یقیناً خواتین کے لئے بھی اُسوہ ہیں۔ عبادت عورتوں کو بھی کرنی ہے۔ وہ دیکھیں کہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں عبادت کا کیا معمول رہا ہے' اس کی پیروی کریں۔ نماز انہوں نے بھی پڑھنی ہے' لہٰذا ((صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ)) کی ہدایت جیسے مَردوں کے لئے ہے ویسے عورتوں کے لئے بھی ہے۔ لیکن جو مسائل و معاملات خواتین کے لئے مخصوص ہیں ان مسائل و معاملات کے لئے اُسوہ کون ہو گا؟ یہ سوال خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے۔ اس طرح وہ حقیقت آپ کے سامنے بالکل واضح اور مبرہن ہو کر آئے گی کہ اسی سورۃ الاحزاب میں جس میں یہ آیت آئی : ﴿ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ ﴾ اسی میں ازواجِ مطہرات سے خطاب ہو رہا ہے کہ درحقیقت وہ ہیں ہمیشہ ہمیش کے لئے اُمت کی خواتین کے واسطے اُسوہ اور نمونہ۔ بالخصوص ان معاملات میں جو خواتین ہی سے تعلق رکھتے ہوں اُمّہات المؤمنین ہی اُسوہ بننے کا استحقاق رکھتی ہیں' یعنی نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن۔

میں نے یہ بات اتنی وضاحت سے اور زور دے کر اِس لئے بیان کی ہے کہ سورۃ الاحزاب میں بظاہر خطاب آنحضور ﷺ کی بیویوں سے ہے' جس سے ہماری بعض بہنیں بھی مغالطے میں مبتلا ہو گئی ہیں یا کر دی گئی ہیں کہ یہ تو نبی اکرم ﷺ کی بیویوں سے متعلق احکام ہیں' یہاں عام مسلمان خواتین سے تو بات نہیں ہو رہی۔ یہ بات ان کی غلط فہمی اور مغالطے کا بہت بڑا سبب بن گئی ہے' لہٰذا اس بات کی ذہن میں تصحیح ہونی چاہئے کہ قرآن مجید میں یہ اسلوب کیوں ہے! یہ اس لئے ہے کہ ازواجِ مطہرات کو مسلمان خواتین کے لئے آئیڈیل بننا ہے' اُن تمام معاملات میں جو صرف خواتین سے متعلق اور ان کے لئے مخصوص ہیں —— ورنہ بحیثیت مجموعی آئیڈیل' اُسوۂ حسنہ اور کامل نمونہ تو جناب محمدؐ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ الاحزاب کی آیت ۳۲ میں خطاب یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ سے ہوتا ہے جو آیت ۳۳ کے اختتام تک چلتا ہے۔ یہ دونوں آیات آج کے موضوع کے لئے بمنزلہ کلید ہیں۔ فرمایا :

﴿ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ وَقَرْنَ فِیْ

بُيُوْتِكُنَّ وَلاَ تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ ﴾

"نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو نرم اور شیریں انداز سے بات نہ کیا کرو' مبادا دل کی خرابی کا مبتلا کوئی شخص (منافق) لالچ میں پڑ جائے' بلکہ صاف سیدھی بات کرو۔ اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور سابق دورِ جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔ نماز قائم کرو' زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہلِ بیتِ نبیؐ سے گندگی کو دُور کرے اور تمہیں پاک کر دے' جیسا کہ تمہیں ہونا چاہئے۔"

پردے کے احکام کا آغاز

یہ دونوں آیات وہ ہیں جن سے پردے کے احکام کا آغاز اور مسلم خواتین کے لئے ایک دائرہ کار متعین ہوا ہے۔ پھر اسی انداز و اسلوبِ بیان سے یہ غلط نتیجے اخذ کئے گئے ہیں کہ یہ احکام تو نبی اکرم ﷺ کی ازواج کے لئے مخصوص ہیں' عام مسلم خواتین ان کی مخاطب نہیں ہیں' لہٰذا اِن آیات پر بڑے تدبر و تفکر اور غور و خوض کی اور اِن کے مضمرات کو کھولنے کی شدید ضرورت ہے۔

طرزِ تخاطب کی حکمت

خطاب ہو رہا ہے ﴿ يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ ﴾ سے۔ اور پہلی بات یہ فرمائی گئی ہے کہ :

﴿ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ .... ﴾

"تم عام عورتوں کی مانند نہیں ہو ...."

غور کیجئے کہ محض "عورت" ہونے کے ناطے سے ازواجِ مطہرات اور دوسری عورتوں میں کیا فرق ہے! اس اعتبار سے تو سب عورتیں برابر ہیں۔ فرق اور امتیاز ہے تو یہ کہ وہ نبی (ﷺ) کی بیویاں ہیں اور جس طرح آنحضور ﷺ اہل ایمان کے لئے اُسوہ کاملہ ہیں اسی طرح خواتین کے مخصوص امور میں ان ازواجِ مطہرات ہی کو نمونہ بننا ہے' لہٰذا ان کو جو خصوصی احکام دیئے جا رہے ہیں اُن کی غایت یہی ہے کہ اُن کے مطابق عمل کر کے ازواجِ

نبیؐ تاقیامِ قیامت تمام مسلم خواتین کے لئے ایک آئیڈیل خاتون اور مثالی بیوی کا نمونہ بن جائیں۔ اسی لئے اسی سورۃ الاحزاب کی آیت ۳۱ میں جو آیت زیرِ گفتگو سے متصلاً قبل آئی ہے' ازواجِ مطہرات کو اُن کے نیک اعمال پر دوہرے اجر کی بشارت دی گئی ہے۔

﴿ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ .... ﴾

"اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گی اور نیک عمل کرے گی اس کو ہم دوہرا اجر دیں گے ...."

اور آیت ۳۰ میں اُن کی لغزش پر دوہرے عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ یہ بھی اس لئے کہ ازواجِ مطہرات کو اُسوہ اور نمونہ بننا ہے۔ لہٰذا ان کی عزیمت اور ان کی نیکی بہت سی خواتین کے لئے اس راہ پر چلنے کا سبب بنے گی اور ان کی معمولی سی لغزش بھی بہت سی عورتوں کی لغزش کا باعث بن جائے گی۔ ورنہ یہ احکام تمام مسلم خواتین کے لئے بھی ہیں۔ اس کی ایک دلیل میں دے چکا ہوں' ایک اور دلیل میں آگے بیان کروں گا' نیز آپ کو یہ بھی بتاؤں گا کہ عام مسلم خواتین کے لئے بھی یہی ہدایات دوسرے اسالیب سے قرآن مجید میں نازل ہوئی ہیں اور ان ہی احکام کی تشریح و توضیح میں نبی اکرم ﷺ نے بھی تاکیدی احکام دیئے ہیں۔

آواز کا فتنہ

آگے فرمایا :

﴿ .... اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ ﴾

"(اے نبی کی بیبیو!) اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو شیریں اور لوچ دار انداز سے بات نہ کیا کرو' مبادا جس کے دل میں (نفاق کا) روگ ہے وہ کوئی غلط توقع کر بیٹھے' بلکہ صاف سیدھی بات کرو۔"

اس ہدایت کی حکمت کو اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ عورت کی آواز میں بھی نسوانی حسن اور دلربائی کا وصف خالق و فاطر کی طرف سے ودیعت کیا گیا ہے۔ اس

میں ایک جاذبیت اور کشش رکھی گئی ہے۔ اس میں بہت سی حکمتیں ہیں، لیکن یہی گفتگو کا شیریں اور لوچ دار انداز بہت سے فتنوں کا ذریعہ بنتا ہے۔ اکثر اوقات اس میں کوئی بُرا جذبہ نہیں ہوتا، لیکن آواز میں حلاوت، لہجے میں لگاوٹ اور باتوں میں گھلاوٹ سے شیطان فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے اور دل کے چھپے ہوئے چور کو شہ دیتا ہے۔ قرآن اس چور کا سر کچلنے کے لئے ہدایت دیتا ہے کہ ضرورت پیش آنے پر کسی نامحرم مَرد سے بات کی جاسکتی ہے، لیکن اس موقع پر اندازِ گفتگو ایسا نہ ہو کہ جس کے دل میں مرض ہے، جس سے نفاق کا روگ بھی مراد لیا جاسکتا ہے اور نفسیاتی بھی، وہ خواہ مخواہ دل میں کوئی غلط توقع پال لے اور کوئی طمع جگالے۔ لہٰذا ایسے مواقع پر آواز میں کرخت انداز پسندیدہ ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا گیا کہ بات بھی سیدھی کرو، اس میں بلا ضرورت نہ طوالت ہو نہ اینچ پینچ ہو۔ یہ ہدایات جہاں ازواجِ مطہرات کے لئے ہیں وہاں تمام خواتین کے لئے بھی ہیں۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیجئے![۲]

قرار فی البیوت

اگلی آیت میں فرمایا :

﴿ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلاَ تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى ﴾

"اور اپنے گھروں میں قرار (وقار اور سکینت) کے ساتھ رہو، اور جیسے بن سنور کر ایامِ جاہلیت میں عورتیں گھروں سے نمائش کے لئے نکلا کرتی تھیں ایسے نہ نکلو!"

یہاں لفظ "قَرْنَ" استعمال ہوا ہے۔ بعض اہل لغت نے اس کو "قرار" سے اور بعض نے "وقار" سے ماخوذ بتایا ہے۔ قرار پکڑنے کے معنی ہوں گے ٹک کر رہو، اور وقار کا مطلب ہوگا سکون سے رہو، چین سے بیٹھو۔ دونوں صورتوں میں آیت کا یہ منشاء بالکل واضح، مبرہن اور ظاہر ہے کہ عورت کا اصل دائرۂ عمل اس کا گھر ہے۔ یہاں کسی ابہام کے بغیر عورتوں کے لئے لائحہ عمل متعین کردیا گیا اور ہدایت دے دی گئی ہے کہ عورت کی تمدنی ذمہ داریوں کا دائرۂ کار دراصل اس کا گھر ہے۔ وہ اس میں قیام کریں، قرار پکڑیں۔ یہاں اوّلین رہنما اصول (Drirective Principle) مقرر کردیا گیا ہے۔[۳]

یہ ہے اسلام میں عورت کا اصل مقام۔ اگرچہ ناگزیر تمدنی ضروریات کے لئے بعض شرائط کے ساتھ گھر سے نکلنے کی اجازت دی گئی ہے' جس کو میں قرآن مجید کے حوالے سے آگے بیان کروں گا' آیت زیر گفتگو کے بین السطور بھی باہر نکلنے کی اجازت موجود ہے' لیکن یہاں ایک شرط عائد کی گئی ہے۔

تبرج کی ممانعت

وہ شرط تبرج اور خاص طور پر تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى کے ساتھ نکلنے کی ممانعت کی شرط ہے۔ عربی میں تبرّج کے معنی نمایاں ہونے' ابھرنے اور کھل کر سامنے آنے کے ہیں۔ عورت کے لئے یہ لفظ اپنے چہرے اور اپنے جسم کی سج دھج' آرائش و زیبائش' سنگھار اور اپنی چال ڈھال میں لوچ اور چٹک مٹک کے ذریعے اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ تمام اہل لغت اور اکابر مفسرین نے اس لفظ کی یہی تشریح کی ہے۔ اب رہا جاہلیت کے مفہوم کا تعین تو جان لیجئے از روئے اسلام جاہلیت سے مراد ہروہ طرزِ عمل' ہروہ روش' ہروہ چلن' ہروہ رواج اور ہروہ رسم ہے جو اسلام کی تعلیم' اس کی تہذیب' اس کی ثقافت اور اس کے اخلاق و آداب کے خلاف ہو —— اور جاھلیۃ الاولیٰ کا مطلب وہ تمام عیوب اور برائیاں ہیں جن میں ظہورِ اسلام اور بعثت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے قبل اہل عرب اور دنیا بھر کے لوگ مبتلا تھے۔ چنانچہ یہاں بظاہر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے خطاب ہے اور ان کو تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى سے منع کیا جارہا ہے' لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا چونکہ ان اُمہات المؤمنین کو تمام مسلمان خواتین کے لئے اُسوہ بننا ہے' لہٰذا ان کے توسط سے تمام خواتین کو ہدایت فرمائی جارہی ہے کہ تمہارا اصل مقام تو گھر ہی ہے' لیکن اگر کسی تمدنی ضرورت سے گھر سے باہر نکلنا ہی ہو تو جاہلیت اولیٰ کی طرح بن سنور کر اور زیب و زینت کے ساتھ نکلنے کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں ہے —— اس آیت مبارکہ کا اگلا حصہ ﴿ وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ .... الخ ﴾ بہت واضح ہے۔ وقت کی کمی کی وجہ سے اس کی تشریح و توضیح کو چھوڑ رہا ہوں۔

آیتِ حجاب

اب آگے چلئے! اسی سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۳ میں مسلمان مردوں کے لئے حکم

نازل کیا جارہا ہے:

﴿ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ﴾

"اور (اے مسلمانو!) اگر تمہیں نبی (ﷺ) کی بیویوں سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کی اوٹ سے مانگو"۔ (۴)

ہمارے علومِ فقہ میں یہ آیتِ "آیت حجاب" کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ جس طرح بعض آیات کے نام مخصوص ہو گئے ہیں اسی طرح اس کا نام "آیت حجاب" مخصوص ہو گیا ہے۔ جو بہنیں اخبارات میں مراسلات و مضامین لکھ رہی ہیں کہ لفظ "حجاب" قرآن میں کہیں نہیں آیا' وہ غور کریں کہ آخر "مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ" (پردے کی اوٹ) سے کیا مراد ہے' اور یہ حکم کیا ظاہر کر رہا ہے؟ دوبدو اور بے حجابانہ گفتگو کرنے میں اگر کوئی مضائقہ نہیں ہے تو اس حکم کا منشا و مطلب کیا متعین ہو گا؟ پھر اہم بات نوٹ کیجئے کہ جن سے پردے کی اوٹ سے کوئی چیز مانگنے کا مسلمانوں کو حکم دیا جا رہا ہے وہ اُمہات المؤمنین ہیں' پوری اُمت کے لئے مائیں ہیں۔ جن کے متعلق اسی آیت کے اگلے حصے میں آنحضور ﷺ کے انتقال کے بعد اُن سے نکاح کی ہمیشہ کے لئے ممانعت کی گئی ہے کہ ﴿ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ﴾ "یہ جائز نہیں ہے کہ تم ان (رسولؐ) کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔"

اس سے قبل اسی آیت میں ﴿ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ﴾ کے حکم کے بعد اس کی غایت بھی بیان فرما دی گئی تھی کہ "یہ طریقہ تمہارے دلوں کے لئے بھی زیادہ پاکیزگی بخش ہے اور ان (ازواجِ مطہرات) کے دلوں کے لئے بھی"۔ ﴿ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ﴾ ـــــ غور کیجئے کہ اُمہات المؤمنین کے متعلق کس کے دل میں بُرا خیال پیدا ہو سکتا ہے؟ اسی طرح ان صالحات و مطاہرات ازواج النبیؐ کے متعلق یہ گمان دور از کار ہے۔ بالفرض ایک امکان سامنے رکھ کر پہلے تو ازواجِ مطہرات کو آیت ۳۲ میں شیریں اور لوچ دار لہجے میں بات کرنے سے منع کیا گیا' پھر اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اپنی دینی اور روحانی ماؤں سے کوئی چیز مانگو تو پردے (حجاب) کی اوٹ سے مانگو۔ یہ اسلوب اس بات پر صریح دلالت کر رہا ہے کہ یہ تمام مسلمان خواتین و حضرات کیلئے مستقل ہدایت ہے۔ اسلام کے معاشرتی نظام میں صالح

اقدار کے فروغ کیلئے یہی پاکیزہ طرزِ عمل ہے خواتین کیلئے بھی اور مَردوں کیلئے بھی۔

ان احکام کی حکمتوں پر غور کیجئے۔ اللہ فاطر فطرت ہے' وہ جانتا ہے کہ مَرد اور عورت کے مزاج' ان کے میلانات اور رجحانات کیا ہیں! ہم لاکھ پردے ڈالیں' ملمع سازی کریں' تہذیب و تمدن کے تقاضوں کو بہانہ بنائیں' لیکن مَرد میں عورت کے لئے جاذبیت' کشش اور نفسانی خواہش کا جو داعیہ رکھا ہے اسے اس داعیہ کو رکھنے والے سے زیادہ جاننے والا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے وہ فاطر فطرت گفتگو میں لوچ دار انداز اختیار کرنے سے منع فرما رہا ہے اور شدید ضرورت کے تحت کوئی چیز مانگنے یا بات چیت کرنے کی صورت میں پردے کی اوٹ ﴿ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ ﴾[۵] کا حکم دے رہا ہے۔ ساتھ ہی اس کی حکمت بھی بیان فرما رہا ہے کہ : ﴿ ذٰلِكُمۡ اَطۡهَرُ لِقُلُوۡبِكُمۡ وَقُلُوۡبِهِنَّ ﴾

نقاب

ہمارے ہاں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو چہرے کے پردے کا قائل نہیں ہے' اور ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں نقاب کا کہیں ذکر نہیں ہے اور حج و عمرہ کے احرام میں عورت کا چہرہ کھلا رہتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نقاب کا لفظ قرآن میں نہیں آیا' لیکن حدیث میں یہ لفظ موجود ہے۔ یہ روایت سنن ابی داوٗد کی ہے جو صحاحِ ستہ میں شامل ہے۔ حدیث غور سے سنئے :

جَاءَ تِ امْرَاَةٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهَا اُمُّ خَلاَّدٍ وَهِيَ مُنْتَقِبَةٌ تَسْاَلُ عَنِ ابْنِهَا وَهُوَ مَقْتُوْلٌ' فَقَالَ لَهَا بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ جِئْتِ تَسْاَلِيْنَ عَنِ ابْنِكَ وَاَنْتِ مُنْتَقِبَةٌ؟ فَقَالَتْ : اِنْ اُرْزَاَ اِبْنِيْ فَلَنْ اُرْزَاَ حَيَائِيْ' فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْنُكِ لَهُ اَجْرُ شَهِيْدَيْنِ' قَالَتْ : وَلِمَ ذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : لاَنَّهُ قَتَلَهُ اَهْلُ الْكِتَابِ۔ [٦]

"ایک خاتون' جس کا نام اُمِ خلاد تھا' نبی اکرم ﷺ کے پاس اپنے بیٹے کا' جو مقتول ہو چکا تھا' انجام دریافت کرنے آئیں اور وہ نقاب پہنے ہوئے تھیں۔ نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابیؓ نے ان کی اس استقامت پر تعجب کرتے ہوئے کہا:

نقاب پہن کر آپ اپنے بیٹے کا حال دریافت کرنے آئی ہیں؟ انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا: میرا بیٹا مرا ہے' میری حیا نہیں مری۔ اس کے بعد آپؐ نے ان کو تسلی دی کہ تمہارے بیٹے کو دو شہیدوں کا اجر ملے گا۔ انہوں نے پوچھا ایسا کیوں ہو گا یا رسول اللہ؟ آپؐ نے فرمایا: "اس لئے کہ اس کو اہل کتاب نے قتل کیا ہے۔"

اس حدیث میں وارد لفظ مُنتَقِبَۃٌ کا مادہ "نقب" ہے۔ اسی سے نقاب مصدر ہے۔ دیکھ لیجئے یہ لفظ کتاب حدیث میں موجود ہے اور یہ خاتون اس حال میں نقاب ڈالے ہوئے تھیں کہ ایسے سانحہ پر تو اچھے خاصے دین دار گھرانوں کی خواتین کو بھی غم واندوہ کی کیفیت میں حجاب کا خیال نہیں رہتا۔ یہ تو عموماً گریبان چاک کرنے اور سر پیٹنے کا موقع ہوتا ہے۔ اسی لئے ایک صحابیؓ نے تعجب سے کہا تھا: جِئْتِ تَسْاَلِیْنَ عَنِ ابْنِكَ وَاَنْتِ مُنْتَقِبَةٌ؟ اس مومنہ خاتون نے جو جواب دیا وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ اِنْ اُرْزَاَ ابْنِیْ فَلَنْ اُرْزَاَ حَیَائِیْ کہ میرا بیٹا مرا ہے' میری حیا نہیں مری —— واقعہ افک کے سلسلے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جو طویل حدیث مروی ہے اس میں انہوں نے صراحت سے ذکر کیا ہے کہ جب وہ قافلے سے بچھڑ گئی تھیں اور اسی جگہ لیٹ گئی تھیں جہاں سے قافلے نے کوچ کیا تھا اور ان کی آنکھ لگ گئی تھی تو اس حالت میں ان کے چہرے سے چادر کھسک گئی تھی اور صفوانؓ نے ان کو اس لئے پہچان لیا کہ انہوں نے قبل حجاب انہیں (حضرت عائشہؓ کو) دیکھا ہوا تھا۔(۷)

ان دونوں حدیثوں سے چہرے کے پردے کے بارے میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ اس ضمن میں اگر کسی کے دل میں کوئی شک و شبہ ہے تو میں اس کو مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ وہ اس کو اپنے دل سے نکال دے۔

حواشی

(۱) مغرب زدہ خواتین کی خوشنودی کے لئے بالآخر جولائی ۸۳ء سے "الھدیٰ" بند کر دیا گیا جبکہ مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب نصف تک پہنچا تھا۔ (مرتب)

(۲) تفہیم القرآن میں سورۃ الاحزاب کی اس آیت کے اس حصے کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا

ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم و مغفور نے حاشیہ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس میں تمام مسلمان بھائیوں اور بہنوں کے لئے بڑا سبق ہے۔ سید مودودیؒ لکھتے ہیں :

"اب ذرا سوچنے کی بات ہے کہ جو دین عورت کو غیر مرد سے بات کرتے ہوئے بھی لوچ دار انداز گفتگو کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اسے مردوں کے سامنے بلا ضرورت آواز نکالنے سے روکتا ہے' کیا وہ کبھی اس کو پسند کر سکتا ہے کہ عورت اسٹیج پر آ کر گائے' ناچے' تھرکے' بھاؤ بتائے اور ناز و نخرے دکھائے! کیا وہ اس کی اجازت دے سکتا ہے کہ ریڈیو پر عورت عاشقانہ گیت گائے اور سریلے نغموں کے ساتھ فحش مضامین سنا سنا کر لوگوں کے جذبات میں آگ لگائے۔ کیا وہ اسے جائز رکھ سکتا ہے کہ ڈراموں میں کبھی کسی کی بیوی اور کبھی کسی کی معشوقہ کا پارٹ کریں؟ یا ہوائی میزبان (Air Hostess) بنائی جائیں اور انہیں خاص طور پر مسافروں کا دل لبھانے کی تربیت دی جائے؟ یا کلبوں اور اجتماعی تقریبات اور مخلوط مجالس میں بن ٹھن کر آئیں اور مردوں سے خوب گھل مل کر بات چیت اور ہنسی مذاق کریں"۔

موجودہ "ترقی یافتہ" دور کے پیش نظر راقم یہاں مزید یہ عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہے کہ ان صاف اور صالح تعلیمات و ہدایات اور احکامات کے بعد بھی کیا اس کا کوئی ادنیٰ سا جواز ہے کہ ٹیلی ویژن پر عام پروگراموں اور اکثر خبرناموں کی اناؤنسرز خواتین کو بنایا جائے۔

(۳) امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ "اس حکم ﴿ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ ﴾ کے بعد ایک رات کو ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا گھر سے باہر جا رہی تھیں' راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا اور کہا اے سودہؓ میں نے تم کو پہچان لیا تم خود کو نہ چھپا سکیں۔ وہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور یہ ماجرا آپؐ سے بیان کیا۔ اس وقت آپ پر وحی نازل ہوئی۔ جب نزولِ وحی کی حالت جاتی رہی تو آپؐ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے تم کو (یعنی عورتوں کو) اپنے کام کاج کے لئے باہر نکلنے کی اجازت دی"۔ وحی نے جن شرائط کے ساتھ یہ اجازت دی ہے وہ اسی سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۹ میں مذکور ہے جس پر محترم ڈاکٹر صاحب کی گفتگو آگے آئے گی۔ (مرتب)

(۴) مولانا سید مودودیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "بخاری میں حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس آیت کے نزول سے پہلے متعدد مرتبہ عرض کر چکے تھے کہ یارسول اللہ! آپ کے ہاں بھلے اور برے سب ہی قسم کے لوگ آتے ہیں۔ کاش آپؐ اپنی ازواجِ مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم دیتے —— ایک اور روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ازواجِ رسولؐ سے کہا "اگر آپ کے حق میں میری بات مانی جائے تو کبھی میری نگاہیں آپ کو نہ دیکھیں" لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خود مختار نہ تھے' اس لئے آپ اشارۂ الٰہی کے منتظر رہے۔ آخر کار یہ حکم آ گیا .... اس حکم کے بعد ازواجِ مطہرات کے

گھروں میں دروازوں پر پردے لٹکادیئے گئے اور چونکہ حضور ﷺ کا گھر تمام مسلمانوں کے لئے نمونے کا گھر تھا' اس لئے تمام مسلمانوں کے گھروں پر بھی پردے لٹک گئے ....." سید مودودیؒ آگے لکھتے ہیں کہ "جو کتاب مردوں اور عورتوں سے رو در رو بات کرنے سے روکتی ہے اور پردے کے پیچھے سے بات کرنے میں مصلحت یہ بتاتی ہے کہ "تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے یہ طریقہ زیادہ مناسب ہے"۔ ان واضح ہدایات واحکام کے بعد آخر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ "مخلوط مجالس اور مخلوط تعلیم اور جمہوری ادارات اور دفاتر میں مردوں اور عورتوں کا بے تکلف ماحول بالکل جائز ہے اور اس سے دلوں کی پاکیزگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا"۔ (مرتب)

(۵) مولانا امین احسن اصلاحی صاحب اپنی لاجواب تالیف "پاکستانی عورت دوراہے پر" میں لکھتے ہیں کہ "غزوۂ خیبر کے سلسلے میں جب صحابہؓ میں یہ سوال پیدا ہوا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت ﷺ ایک لونڈی کی حیثیت سے رکھیں گے یا ایک منکوحہ بیوی کی حیثیت سے تو اس بارے میں اس فیصلہ کن اصول کو سب نے تسلیم کیا کہ: "اگر ان کو وہ پردہ کرائیں تو سمجھنا چاہئے کہ وہ امہات المومنین میں سے ایک ہیں اور اگر پردہ نہ کرائیں تو ان کی حیثیت لونڈی کی ہوگی' تو جب آپؐ نے کوچ کا ارادہ فرمایا تو اپنے پیچھے ان کے لئے بیٹھنے کا سامان کیا اور پردہ تانا"۔ (صحیح البخاری ' کتاب النکاح' باب البناء فی السفر) مولانا موصوف نے اس حدیث کے جس متن کا حوالہ تحریر فرمایا ہے اس میں "مدَّ الحجاب" کا لفظ آیا ہے۔

(۶) سنن ابی داؤد' کتاب الجهاد' باب فضل قتال الروم علی غیرهم من الامم

(۷) اس طویل حدیث کا متعلقہ متن اور ترجمہ یہ ہے:

فَبَيْنَا اَنَا جَالِسَةٌ فِيْ مَنْزِلِيْ غَلَبَتْنِيْ عَيْنِيْ فَنِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلُ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَّرَاءِ الْجَيْشِ فَاَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِيْ فَرَآى سَوَادَ اِنْسَانٍ نَائِمٍ فَعَرَفَنِيْ حِيْنَ رَآنِيْ وَكَانَ رَآنِيْ قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهٖ حِيْنَ عَرَفَنِيْ' فَخَمَّرْتُ وَجْهِيْ بِجِلْبَابِيْ (صحيح البخاری' کتاب المغازی' باب حديث الافك)

"اسی اثناء میں کہ میں اپنی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھی کہ میری آنکھیں بوجھل ہوگئیں اور میں سوگئی اور صفوان سلمی ذکوانی لشکر کے پیچھے تھے' میری نشست کے پاس آئے تو ایک سوئے ہوئے انسان کو دیکھا تو انہوں نے مجھے پہچان لیا جب انہوں نے مجھے دیکھا' کیونکہ پردہ کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے' مجھے پہچاننے پر ان کے اناللہ پڑھنے سے میں جاگ گئی اور اپنی چادر سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا"۔ (مرتب)

نہ اُٹھا پھر کوئی رُومی عجم کے لالہ زاروں سے

تحریر: انجینئر مختار حسین فاروقی

فکر ولی اللّٰہی کے وارثوں ...... تحریک شہیدین کے بقیۃ السیف وابستگان' جنگ آزادیٔ ہند ۱۸۵۷ء کے مجاہدوں ...... دارالعلوم دیوبند کے بانیان اور شیخ الہندؒ کے معنوی اور روحانی فرزندوں کے اجتماعِ پشاور کے موقع پر سپردِ قلم کی گئی ایک تحریر

(۱)

گزشتہ ماہ پشاور میں ۹ تا ۱۱/اپریل خدمات دار العلوم دیوبند پر ایک عالمی کانفرنس منعقد ہوئی' جس میں اس مادرِ علمی کے براہِ راست اور بالواسطہ فیض یافتگان کے علاوہ اس کے زیر اثر آنے والے افراد اور تحریکوں نے بھی بھرپور شرکت کی۔ اس کانفرنس کے اہداف کیا تھے؟ اور اس اجتماع کے بعد اِن اہداف کے حصول میں کیا آسانی کے اسباب پیدا ہوئے ہیں؟ یا اس کانفرنس کے شرکاء کیا پیغام لے کر گھروں کو لوٹے ہیں؟ یہ اور اس قسم کے دیگر کئی سوالات کا جواب تو آئندہ وقت ہی بتائے گا' تاہم فوری طور پر یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ یہ کانفرنس صوبہ سرحد کی پختون آبادی' آزاد قبائل کا علاقہ اور بلوچستان کی پختون بیلٹ میں علمائے دیوبند کو جو ایک فیصلہ کن سیاسی قوت حاصل ہے' اس کا اظہار تھا اور اس کا نظم ونسق بھی عام طور پر علماء کے زیراہتمام اجتماعات سے کہیں بہتر تھا۔ اس بہت بڑی کامیابی کا سہرا یقیناً مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے سر رہے گا۔

(۲)

اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آج سے لگ بھگ چودہ صدیاں قبل عرب کے غیر متمدن علاقے میں مبعوث ہوئے تھے۔ آپ کے پیغام میں اتنی جان

تھی اور کلام خداوندی کی وہ مسحور کن تاثیر تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے عرب کے گلہ بانوں کو قیصر وکسریٰ کی عظمت وشان وشوکت نصیب ہوگئی۔

ختم نبوت اور قرآن مجید کے پیغام آخریں ہونے کے باوجود اسلام فکر انسانی کی صحت اور فطرتِ انسانی کی سلامتی کے زور پر آنے والے ہر دور میں ایک مؤثر سیاسی قوت رہا ہے۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں اور عالمی ملت اسلامیہ کے جسد میں جغرافیائی حدود اور لسانی قیود کے پیش نظر بے شمار لوگ سامنے آئے جنہوں نے اپنی محنت اور کاوش سے اسلام کی دینی و انقلابی فکر اور اس کے عملی گوشوں کو حالات کی پکار اور ضرورت کے مطابق وقت کی اعلیٰ سطح پر پیش کیا۔ ایسے ہی لوگوں کی محنت سے اسلام ہر آنے والے چیلنج اور ہر حملے کے مقابلے میں ڈٹ گیا اور اس کشمکش میں پہلے سے زیادہ مضبوط اور ''عقل وخرد'' کو زیادہ خیرہ کرنے والا بن کر ابھرا ہے۔ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بقول ''زمین کے نمک'' اور ''پہاڑی کے چراغ'' تھے جس سے قافلے اور قومیں راہ یاب ہوتی ہیں اور لسانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ایسے لوگ انبیاءؑ کے وارث اور کام میں ان کے ہم پلہ تھے۔

عُلماءُ اُمتی کانبیاءِ بنیٗ اسرائیل

(یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند ہیں)

(۳)

عالمی تاریخ میں اسلام نے ایک اہم کردار ادا کیا ہے اور اسلامی تعلیمات کے دو منابع قرآن وسنت ہیں جو آج بھی بھٹکتی اور سسکتی انسانیت کے لئے ''آبِ حیوان'' اور ''چشمہ صافی'' کے طور پر موجود ہیں۔ یہ تاریخی کردار چند تاریخ ساز اور عظیم انسانوں کی مساعی کا مرہون منت ہے۔ ایسے عبقری (Genius) انسانوں کا فکر وعمل جسد ملت اسلامیہ کو نئی زندگی عطا کرتا رہا ہے۔ ان لوگوں نے زمانے کے مخالف چل کر حالات کا رُخ خیر اور ہدایت کی طرف موڑا ہے۔ شاعر نظیری نے کیا خوب کہا ہے ؎

خلافِ رسم دریں عہد زخرقِ عادت دان

کہ کارہائے چنیں از شمار بوالعجبیست!

ایسے نادرروزگار لوگوں کے لئے جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((انّ اللّٰہ تعالی یبعثُ لِھٰذہ الْاُمّۃ علی رأس کلّ مائۃ سنۃ منْ یجدّدُ لھا دینھا)) (ابی داؤد، مستدرک، بیہقی فی المعرفۃ عن ابی ہریرۃ)

یعنی اللہ تعالیٰ اسلامی تعلیمات کے دھارے میں وقت کے ساتھ ہونے والی فکری آمیزش اور بدعات ورسومات کے نفوذ کی صفائی واصلاح کے لئے افراد اٹھاتا رہے گا جو دین کی تعلیمات پر آئے ہوئے گرد وغبار کو صاف کرتے رہیں گے۔ ہر صدی کے راس پر ایک عظیم شخصیت اور مؤثر مصلح کا آنا اسلام کے ابدی پیغام کی صحت اور آخری پیغام ہونے کی شافی دلیل ہے۔

(۴)

علامہ اقبال مرحوم قرآن کے عاشق تھے اور اپنے کلام کے قرآن سے ماخوذ ہونے کے دعوے دار تھے۔ ان کے نزدیک ختم نبوت کے ذریعے دراصل اصولی ہدایت دے کر اب اللہ تعالیٰ نے فکر انسانی کی پختگی اور اصابت پر اعتماد کیا ہے کہ اب قیامت تک انسان اس قرآن سے اپنے حالات کے مطابق ہدایت اخذ کرتا رہے گا۔ ہر دور میں قرآن مجید میں موجود ہدایت کو اپنے معروضی حالات کے مطابق تلاش کر لینا ہی اس کتاب مبین کی معجز نما خصوصیت ہے۔ یہ مجددین امت ہی ہیں جنہوں نے ہر مشکل دور میں اس منبع ہدایت کی طرف رجوع کیا اور ہدایت کو عام کیا ہے۔ ایک جگہ علامہ نے قرآن اور بندۂ مؤمن کی شان بیان کرتے ہوئے کہا ہے ؎

بندۂ مؤمن ز آیاتِ خدا است
ایں جہاں اندر بر او چوں قباست
چوں کہن گردد جہانے در برش
مے دہد قرآن جہانِ دیگرش

(۵)

مجددین ملت اسلامیہ کا سلسلہ ایک سنہری زنجیر ہے اور اس میں بڑے نام شمار کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں

اسلام کے عادلانہ اور جمہوری مزاج کو جاگیرداری اور ملوکیت میں بدلتے ہوئے حالات میں خلافت کی کشتی کو سنبھالا اور جاگیرداری جو یکے از چہار ستون ملوکیت ہے' کا قلع قمع کر دیا۔ اس لئے امت مسلمہ انہیں پانچواں خلیفۂ راشد تسلیم کرتی ہے اور یوں انہیں خراجِ تحسین پیش کرتی چلی آ رہی ہے۔ اسی طرح امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سلطنت عباسیہ کے خلاف سرگرمیاں' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علمائے ربانیین' امام غزالی' امام ابن تیمیہ' شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہم اللہ وغیرہم' حاکموں میں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ بھی اسی طبقے کے آدمی ہیں۔

حیرت کی بات یہ ہے امت مسلمہ کے پہلے ہزار سال کے دوران جتنے مجدد گزرے ہیں سب عالم عرب میں ہیں۔ یاد رہے کہ اسلام کا سیاسی مرکز پہلے مدینہ تھا اور پہلے تین خلفائے راشدین کے زمانے میں مدینہ ہی رہا۔ بعدازاں کوفہ و دِمشق میں منقسم اور پھر دور بنی امیہ میں دِمشق رہا' جبکہ بنی عباس نے بغداد کو اپنی سیاسی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ لہٰذا مجددین ملت بھی انہی مراکز کے قریب اٹھائے جاتے رہے' لیکن جیسے ہی ملت اسلامیہ کی عمر کا دوسرا ہزار سالہ دور شروع ہوا' یعنی الف ثانی' تو اُمت مسلمہ کی سیاسی' تہذیبی' ثقافتی اور فکری و احیائی سرگرمیوں کا مرکز برعظیم پاک و ہند یعنی جنوب ایشیا میں منتقل ہو گیا۔

(۲)

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں ہند میں مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اس دعوے کے ساتھ اٹھتے ہیں کہ وہ الف ثانی کے مجدد ہیں۔ اور اکبر اعظم علیہ ما علیہ کے زمانے میں جب دین اسلام کو مٹا کر دین الٰہی کے نام سے ایک نیا دین علماءِ سوء کے تعاون سے تشکیل دیا جا رہا تھا شیخ احمد سرہندی نے اکیلے ہوتے ہوئے ہند کی عظیم سلطنت کے والی سے ٹکر لے کر اس فتنے کے پرخچے اڑا دیئے اور ''گربہ کشتن روزِ اول'' کے مصداق اسے ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا۔

دین الٰہی کے نام سے جس فتنے نے سر اٹھایا تھا اس کے مطابق اللہ کی تقویم ایک ہزار سالہ ہوتی ہے اور اسلام کو ایک ہزار سال ہو گئے ہیں' لہٰذا اب نئے دین کی

ضرورت ہے اور وہ دین درباری علماء ابوالفضل اور فیضی نے ایجاد کر کے اکبر کو پیش کیا' ورنہ اکبر بادشاہ (مرتد) تو جاہل مطلق تھا' خود یہ دُور کی کوڑی لانے کی اہلیت نہیں رکھتا تھا۔ دین الٰہی کے مطابق توحید اصل ہے اور ہر مذہب میں اس کا تصور ہے' چاہے رحیم' رحمٰن اور اللہ کہو' چاہے مہادیو' ایشور اور بدھا کہو بات ایک ہی ہے' باقی اس کے علاوہ پوری زندگی اباحیت کے حوالے کر دو۔ اللہ اللہ خیر سلا۔

(اسی طرح کا ایک حملہ اسلام پر بیسویں صدی کے آغاز میں گاندھی کے زیر اثر ہوا اور برہمو سماج کا تصور سامنے آیا' مگر بدقسمتی سے اس وقت کوئی شیخ احمد سرہندیؒ سامنے نہ آ سکا)

علامہ اقبال مرحوم نے شیخ احمد سرہندیؒ کی مساعی کو یوں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

بعد ازاں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجددانہ شان کے ساتھ تجدید دین کا کام کیا۔ پھر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے دین کے مختلف گوشوں میں نئی روح ڈالی' حتیٰ کہ سیاسی میدان میں مرہٹہ قوّت کی سرکوبی کے لئے کابل کے فرماں روا احمد شاہ ابدالی کو دعوت دی جس نے ۱۷۶۱ء میں پانی پت کے میدان میں اس قوّت کا قلع قمع کر دیا۔

انگریز کے آنے کے بعد اسی ولی اللّٰہی خانوادے سے سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ نے جہاد حریت کر کے آنے والی نسلوں کو جدوجہد کا راستہ دکھایا' پھر چودھویں صدی کے مجددِ اعظم دار العلوم دیوبند کے پہلے شاگرد اور بعد ازاں پہلے شیخ — حضرت محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ سامنے آئے۔

(۷)

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی مجددانہ شان کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی مساعی اور تربیت کے نتیجے میں ان کے شاگردوں میں سے جو اکابرین ملت سامنے آئے وہ حسب ذیل ہیں:

۱) تفسیر قرآن میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
۲) علم الفقہ والحدیث میں بیہقی وقت مولانا انور شاہ کاشمیریؒ
۳) دعوت دین میں حضرت مولانا محمد الیاسؒ
۴) جہاد حریت اور سیاسی جدوجہد میں مولانا حسین احمد مدنیؒ
۵) احیائے اسلام اور انقلابی فکر میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ

تو کیوں نہ کہا جائے کہ چودھویں صدی کے مجدد اعظم حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ تھے' اس لئے کہ وہ علماءِ ہند کی جس جمعیت کے صدر تھے اس میں علمائے دیوبند کے علاوہ علمائے فرنگی محل' علمائے بدایوں' علمائے لکھنو' علمائے اجمیر' علمائے اہل حدیث حتیٰ کہ حضرت عبدالعلیم میرٹھیؒ (یکے از خلفائے مولانا احمد رضا خان صاحب وخویش کلاں) بھی شامل تھے۔

شیخ الہند کی وسعت نظر اتنی کہ ایک تیس سالہ نوجوان کے لئے سرتوڑ کوشش کی اور اس میں کوئی شرمندگی محسوس نہیں فرمائی کہ ان کے طبقہ کے لوگ اور جمعیت علمائے ہند اس اہل حدیث نوجوان (غیر مقلد) کو امام الہند مان کر اس کی سرکردگی میں اسلامی ہند کی بازیافت کے لئے جدوجہد کریں۔

(۸)

اب ۲۰۰۱ء میں خدمات علمائے دار العلوم دیوبند کی ۱۵۰ سالہ تاریخ کو اس کانفرنس میں اجاگر کیا گیا ہے' گزشتہ ایک صدی کے دوران حالات کتنے ہی بدل چکے ہیں' تاہم غور طلب بات یہ ہے کہ:

''از روئے حدیث ہر صدی کے ''رأس'' پر اس امت میں مجددین آتے رہیں گے''

☆ اب اگر اہل تصوف مولانا اشرف علی تھانویؒ کو مجدد مانیں تو خیر ......مگر اب پندرھویں صدی میں اس میدان میں مجددانہ کردار کون ادا کرے گا؟

(اس میدان میں اگر کسی مجددی نقشبندی حلقہ نے کوئی سرگرمی دکھائی ہے اور حالات کے تقاضے کے تحت مجددانہ شان سے کوئی جست لگائی ہے تو وہ مخدومی مولانا محمد اکرم اعوان صاحب ہیں۔ ہے کوئی دوسرا جو حالات کے تقاضوں کو سمجھے

اور دین وملت کا قرض ادا کرے؟)

☆ اگر معروف معنی میں بریلوی مکتبہ کے وابستگان وفیض یافتگان حضرت مولانا احمد رضا خان کو چودھویں صدی کا مجدد مانیں یا مخدومی پیر جماعت علی شاہ صاحب کو اس منصب کے شایانِ شان خیال کریں یا پیر مہر علی شاہ صاحب کو اس مسند پر بٹھائیں تو ان کا اپنا معاملہ ہے' مگر اب تو پندرھویں صدی ہے اور ۱۴۲۲ھ ...... ہے کوئی اس حلقہ میں سے جو دین اسلام کے مسکنت اور محکومی کے اس دور میں احیائے دین اور احیائے سنت اور غلبہ دین کے لئے نئی شان سے سامنے آئے؟

☆ اگر مخدومی مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمۃ کے متوسلین' اصاغرین اور عقیدت مند انہیں مجدد کا درجہ دیں تو ان کو مبارک ...... مگر وہ چودھویں صدی کی شخصیت تھے' اب اس پندرھویں صدی میں ان کی سرگرمیوں کی مشعل کو ہاتھ میں لے کر نئی نسل تک کون پہنچائے گا؟

☆ اگر اہل حدیث مکتبہ فکر کے حامل حضرات شیخ الکل نذیر حسین محدث دہلویؒ کو مجدد مانیں یا مولانا داؤد غزنوی علیہ الرحمۃ کو' تاہم اس پندرھویں صدی میں ملت اسلامی کی کشتی کو بھنور سے نکالنے کے لئے پشتیبان کون بنے گا؟ اور اسلام کے عالمی غلبے کا حدی خوان کون کہلائے گا؟ ...... فهل من مباذر؟

☆ اگر تبلیغی جماعت کے متوسلین حضرت مولانا الیاسؒ کو مجدد مانیں تو برحق اس لئے کہ انہوں نے تبلیغ کو اُجرت لے کر تقریر کرنے کے روایتی طریقے سے ہٹا کر ''اپنا کھاؤ اپنا بستر خود اٹھاؤ اور گھر گھر جا کر دین پہنچاؤ'' کا تصور اُجاگر کیا جو یقیناً ایک مجددانہ کوشش ہے' تاہم ازروئے حدیث اگلی صدی میں نئے جذبے اور ولولے اور حوصلوں کی ضرورت ہے' اس امانت کا امین کون بنے گا؟

☆ ۱۸۵۷ء کی جہادی سرگرمیوں میں بظاہر پسپائی کے بعد انہی اکابرین نے میدان بدلا' حکمت عملی بدلی اور دارالعلوم دیوبند قائم کیا' مردانِ کار تیار کئے' اب وہ جذبہ کہاں ہے؟ انگریزوں کو ہند سے نکالنے کے بعد اس سرزمین کو اسلامی ہند بنانا تھا' وہ سبق کسے یاد ہے؟ اور اگر یاد ہے تو وہ مردانِ خود آگاہ وخدا مست کہاں ہیں؟

☆ اور سب سے نمایاں بات یہ کہ دارالعلوم دیوبند کی مٹی میں وہ مردم خیزی کہاں گئی وہ کاملیت فکر و عمل، وہ جذبہ حریت، وہ ''هُمْ رُهْبَانٌ بِاللَّيْلِ وَفُرُسَانٌ بِالنَّهَارِ'' کی شان کے حامل افراد آج کہاں گم ہو گئے؟ اس مادرِ علمی کے گہوارے کے فیض یافتگان میں سے شیخ الہندؒ کی شان کا دوسرا آدمی کہاں سے ڈھونڈیں......

ع نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے

(۹)

اصلاً دعا تو اللہ سے ہے مگر چونکہ نبوت کے بعد تمام درجات و مقامات کسبی ہیں لہٰذا جس کان سے کبھی سونا برآمد ہوتا رہا ہے اسی کان کے دہانے پر کھڑے ہو کر صدا لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ اس سونا اگلنے والی کان اور مردانِ کار پیدا کرنے والی تحریک کے پوتوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایک بھی سپوت نہیں جو شیخ الہندؒ کا وارث بنے اور ہند کے اس صنم خانے کو اسلام کی روشنی اور نورِ قرآن سے منور کر دے جس روشن صبح کا انتظار گزشتہ نصف صدی سے شدت کے ساتھ اہل دل کرتے آ رہے ہیں۔

(۱۰)

یہ خطہ پاکستان مسلمانانِ ہند کی گزشتہ چار صدیوں کی مساعی کا امین ہے اور اسلام کے عالمی غلبہ کا نقطہ آغاز۔ علامہ اقبال مرحوم نظم طلوعِ اسلام میں فرماتے ہیں ؎

عطا مؤمن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی، ذہن ہندی، نطق اعرابی!

نطق اعرابی بھی ہے ــــ ذہن ہندی بھی ہے ــــ اب انتظار ہے تو شکوہِ ترکمانی کا ــــ کہ کوئی ''مردے از غیب'' سامنے آئے اور اسلام کا وہ نقشہ آنکھوں کے سامنے آ جائے جو علامہ مرحوم کے ان اشعار میں ہے جو قریباً ایک صدی قبل کے ہیں ؎

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
اس قدر ہو گی ترنم آفریں بادِ بہار
نکہت خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائے گی

آ ملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک
بزمِ گل کی ہم نفس بادِ صبا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی
شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے!

فہمِ قرآن میں اضافے کے لیے فنی کتاب "قواعدِ زبانِ قرآن" کا مطالعہ کیجیے۔

1	قواعدِ زبانِ قرآن - دوسرا ایڈیشن	خلیل الرحمن چشتی	250 روپے
2	درسِ قرآن کی تیاری کیسے کی جائے؟	خلیل الرحمن چشتی	15 روپے
3	حدیث کی اہمیت و ضرورت	خلیل الرحمن چشتی	35 روپے
4	نصاب برائے حفظ		30 روپے
5	تزکیۂ نفس		25 روپے
6	توحید اور شرک	محمد خان منہاس	15 روپے
7	رسالت	محمد خان منہاس	15 روپے
8	آخرت کا تصور	محمد خان منہاس	15 روپے
9	نماز	محمد خان منہاس	15 روپے
10	انفاق فی سبیل اللہ		15 روپے
11	مؤثر ابلاغ	محمد خان منہاس	10 روپے

گیارہ (11) کتابوں کے مکمل سیٹ کی قیمت مع ڈاک خرچ -/470 روپے ہے۔
کتابیں وی۔پی نہیں کی جائیں گی۔ منی آرڈر یا ڈرافٹ کا پہلے آنا لازمی ہے۔

الفوز اکیڈمی ، اسلام آباد	317, Street 16, F-10/2, Islamabad
Fax 051- 22 54 139	Tel. : 051- 22 51 933

مسلمان کا طرزِ حیات (۱۴)

علامہ ابو بکر الجزائری کی شہرۂ آفاق تالیف

"منهاجُ المُسلم" کا اردو ترجمہ

مترجم : مولانا عطاء اللہ ساجد

کتاب العقائد

سولھواں باب

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

کا وجوب اور اس کے آداب

نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا واجب ہے

مسلمان کا یہ ایمان ہوتا ہے کہ بھلائی کی طرف بلانا اور برائی سے روکنا ہر اُس شخص پر واجب ہے جو مسلمان ہو' مکلف ہو' اسے معلوم ہو کہ فلاں کام نیکی ہے اور دیکھ رہا ہو کہ اسے چھوڑ دیا گیا ہے' یا اسے معلوم ہو کہ فلاں کام برائی ہے اور دیکھ رہا ہو کہ اس کا ارتکاب کیا جا رہا ہے' اور اسے یہ طاقت ہو کہ قوّت سے غلط صورتِ حال کو تبدیل کر دے یا زبان کے ذریعے واضح کر دے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا یہ مقام ہے کہ وہ ایمان کے بعد سب سے بڑا دینی فریضہ ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسے ایمان کے ساتھ متصلاً ذکر فرمایا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے :

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾ (آل عمران : ۱۱۰)

"تم لوگوں کے لیے پیدا کی گئی بہترین امت ہو' (کیونکہ) تم بھلائی کا حکم دیتے ہو' برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

اس مسئلہ کے نقلی اور عقلی دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

نقلی دلائل

(۱) اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ (آل عمران : ۱۰۴)

"تم میں سے ایک ایسی جماعت وجود میں آنی چاہیے کہ وہ افراد بھلائی کی طرف بلاتے ہوں' نیکی کا حکم دیتے ہوں اور برائی سے منع کرتے ہوں۔ یہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں۔"

(۲) اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کی یہ خوبی بیان کی ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ (الحج : ۴۱)

"جنہیں اگر ہم زمین میں قدرت (اور اقتدار) دیں تو نماز قائم کرتے ہیں' زکوٰۃ دیتے ہیں' بھلائی کا حکم کرتے اور برائی سے روکتے ہیں۔"

اس کے علاوہ ارشادِ ربانی ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ (التوبة : ۷۱)

"اور مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں' وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں' اور وہ نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اس طرح نصیحت فرمائی تھی:

﴿ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ ﴾ (لقمان: ۱۷)

"پیارے بیٹے! نماز قائم کر' بھلائی کا حکم دے' برائی سے منع کر' اور تجھے جو مصیبت آئے اس پر صبر کر۔ یقیناً یہ بہت بڑا (ہمت والا) کام ہے۔"

بنی اسرائیل کی بدکرداریاں بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ ﴾ (المائدۃ: ۷۸'۷۹)

"بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کا ارتکاب کیا ان پر جناب داؤد اور عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) کی زبان سے لعنت کی گئی' اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ وہ لوگ جو برائی کرتے تھے اس سے ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے۔ ان کی روش یقیناً بہت بُری تھی۔"

بنی اسرائیل میں جن لوگوں نے ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑ کر اللہ کے حکم کی نافرمانی کی' بعض افراد نے ان کو اس غلط روش سے منع کیا اور بعض نے نہ کیا' تو اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر عمل کرنے والوں کو تو نجات دے دی اور اس فریضہ کے تارکین کو ہلاک کر دیا۔ ارشاد ہے:

﴿ ... اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَئِيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ ﴾ (الاعراف: ۱۶۵)

"... ہم نے انہیں نجات دی جو برائی سے روکتے تھے اور ظالموں کو ان کے فسق کی وجہ سے بُرے عذاب میں گرفتار کر دیا۔"

(۳) جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کام کا حکم دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ' فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ' فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ' وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ)) [1]

"تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے ختم کر دے' اگر اس

کی طاقت نہ ہو تو زبان سے (منع کرے)' اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے (نفرت رکھے)' اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔"

ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا:

((لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِّنْهُ ثُمَّ تَدْعُوْنَهٗ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ)) (۲)

"تمہیں ضرور نیکی کا حکم کرنا ہوگا' اور ضرور برائی سے منع کرنا ہوگا' ورنہ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیج دے۔ پھر تم اسے پکارو گے مگر تمہاری دعائیں قبول نہیں کی جائیں گی"۔

(۴) آنحضرت ﷺ نے متعدد احادیث میں یہ بات بتائی ہے۔ مثلاً فرمایا:

((مَا مِنْ قَوْمٍ عَمِلُوْا بِالْمَعَاصِيْ وَفِيْهِمْ مَنْ يَّقْدِرُ اَنْ يُّنْكِرَ عَلَيْهِمْ فَلَمْ يَفْعَلُوْا اِلَّا يُوْشِكُ اَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهٖ)) (۳)

"جب کوئی قوم گناہوں کا ارتکاب کرے اور ان میں ایسے افراد موجود ہوں جو انہیں روک سکیں' پھر نہ روکیں' تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنے پاس سے عذاب بھیج دے۔"

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نے جنابِ رسول اللہ ﷺ سے قرآنِ مجید کی اس آیت کا مطلب دریافت کیا:

﴿ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ﴾ (المائدۃ: ۱۰۵)

"جب تم ہدایت پر ہو تو جو گمراہ ہے وہ تمہیں نقصان نہیں دے سکتا۔"

تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((يَا ثَعْلَبَةُ مُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ' فَاِذَا رَاَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا وَهَوًى مُتَّبَعًا وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً وَاِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَاْيٍ بِرَاْيِهٖ فَعَلَيْكَ بِنَفْسِكَ وَدَعْ عَنْكَ الْعَوَامَّ' اِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ' لِلْمُتَمَسِّكِ فِيْهَا بِمِثْلِ الَّذِيْ اَنْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ' قِيْلَ: بَلْ مِنْهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: لَا بَلْ مِنْكُمْ' لِاَنَّكُمْ تَجِدُوْنَ عَلٰى

الْخَيْرِ اَعْوَانًا وَلاَ يَجِدُوْنَ عَلَيْهِ اَعْوَانًا)) (۴)

"اے ثعلبہ! تو نیکی کا حکم کرتا رہ اور برائی سے منع کرتا رہ۔ پھر جب تو دیکھے کہ بخل و حرص کی اطاعت ہونے لگی ہے' خواہش نفس کی پیروی ہو رہی ہے' دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے اور ہر رائے رکھنے والا اپنی رائے ہی کو پسند کرتا ہے تو پھر اپنی فکر کر' عام لوگوں کو چھوڑ دے۔ آئندہ ایسے فتنے برپا ہونے والے ہیں جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے۔ ان فتنوں کے درمیان جس نے اس طریقے کو مضبوطی سے تھامے رکھا جس طریقے پر تم لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ہو' تو اسے تم میں سے پچاس افراد کے برابر اجر ملے گا۔" عرض کیا گیا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا اسے ان میں سے پچاس افراد کے برابر اجر ملے گا؟" فرمایا: "نہیں' تم میں سے (پچاس افراد کے برابر اجر)' وجہ یہ ہے تمہیں نیکی کا کام کرنے کے لیے مددگار مل جاتے ہیں' اور انہیں مددگار حاصل نہیں ہوں گے۔"

علاوہ ازیں جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِيْ اُمَّةٍ قَبْلِيْ اِلاَّ كَانَ لَهُ مِنْ اُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحَابٌ يَّاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ' ثُمَّ اِنَّهُمْ تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَالاَ يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَالاَ يُؤْمَرُوْنَ' فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ' وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ' وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ' لَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ)) (۵)

"اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی قوم میں جو بھی نبی بھیجا' اس کی امت میں اس کے حواری اور ساتھی ہوا کرتے تھے' جو اس کی سنت پر عمل کرتے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے' ان کے بعد ان کی جگہ ایسے لوگ آ جاتے جو ایسی باتیں کرتے تھے جن پر عمل نہیں کرتے تھے اور ایسے عمل کرتے تھے جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا ہوتا تھا۔ اس قسم کے لوگوں کے خلاف جو شخص ہاتھ سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے' جو زبان سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے' جو دل سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے۔ اس کے بعد تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں۔"

جناب رسول اللہ ﷺ سے افضل جہاد کے متعلق سوال کیا گیا تو حضور اکرم ﷺ نے

ارشاد فرمایا:

((كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ)) (۶)

"ظالم حکمران کے سامنے سچی بات کہہ دینا۔"

عقلی دلائل

① تجربہ اور مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اگر بیماری کی پروانہ کی جائے اور اس کا علاج نہ کیا جائے تو وہ جسم میں جڑ پکڑ لیتی ہے۔ پھر جسم میں اس کے پھیل جانے اور جڑ پکڑنے کے بعد اس کا علاج دشوار ہو جاتا ہے۔ برائی کی مثال بھی اسی طرح ہے۔ اگر اس سے صرفِ نظر کیا جائے اور اسے ختم نہ کیا جائے تو لوگ اس سے مانوس ہو جاتے ہیں اور ہر چھوٹا بڑا اس کا ارتکاب کرنے لگتا ہے۔ پھر اسے ختم کرنا آسان نہیں رہتا۔ پھر اس کے مرتکب افراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ سزا ٹلتی نہیں' بہر حال مل کر رہتی ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی دائمی اور غیر متبدل سُنّت یہی ہے۔

﴿ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلاً ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلاً ○ ﴾

(فاطر : ۴۳)

"آپ اللہ کی سُنّت میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے' اور آپ اللہ کی سُنّت میں کوئی تغیر نہیں پائیں گے۔"

② یہ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ اگر گھر کا خیال نہ رکھا جائے' کچھ عرصہ اس کی صفائی نہ کی جائے اور اس سے کوڑا کرکٹ نہ نکالا جائے تو وہ رہائش کے قابل نہیں رہتا' کیونکہ اس میں بو پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی ہوا میں زہریلے اثرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ کوڑا کرکٹ بکثرت جمع ہو جانے کی وجہ سے اس میں جراثیم پھیل جاتے ہیں اور بیماری ٹھکانہ بنا لیتی ہے۔ مؤمنوں کی جماعت کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ اگر ان میں موجود برائی سے غفلت برتی جائے اور اسے ختم نہ کیا جائے یا نیکی سے غفلت برتی جائے اور اس کی طرف انہیں متوجہ نہ کیا جائے' تو ان کی روحیں ناپاک اور دل شرارت پسند ہو جائیں گے۔ پھر وہ نہ نیکی کو اچھا سمجھیں گے نہ گناہ کو بُرا سمجھیں گے۔ لہٰذا وہ اس قابل نہیں رہیں گے کہ انہیں دنیا میں زندہ رہنے دیا جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی تباہی کے لیے جو بھی

چاہے گا سبب اور ذریعہ پیدا کر دے گا۔ یقیناً اللہ کی گرفت بڑی سخت اور اس کا انتقام بہت ہولناک ہوتا ہے۔

(۴) جب ہم انسانی فطرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان جب کسی بُری چیز کا عادی ہو جائے تو اس کی نظر میں وہ اچھی بن جاتی ہے اور وہ برائی سے مانوس ہو جاتا ہے' حتیٰ کہ اسے وہ ایک فطری چیز معلوم ہونے لگتی ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی یہی حال ہے۔ اگر کسی نیکی کو کچھ عرصہ چھوڑ دیا جائے اور اس کا حکم نہ دیا جائے تو لوگ اس کو چھوڑ دینے کے عادی ہو جاتے ہیں' حتیٰ کہ اس نیکی پر عمل کرنا ان کی نظر میں برائی بن جاتا ہے۔ اسی طرح بُرائی کو اگر جلد ہی ختم نہ کیا جائے تو تھوڑے ہی عرصے میں وہ خوب پھیل جاتی ہے۔ پھر لوگ اس سے مانوس ہو جاتے ہیں اور اس کے عادی ہو جاتے ہیں' حتیٰ کہ ان کی نظر میں وہ برائی ہی نہیں رہتی بلکہ وہ اسے نیکی سمجھنے لگتے ہیں۔ اسی کو فطرت کا مسخ ہونا اور بصیرت سے محرومی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے! (آمین) اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم بھی دیا ہے اور اسے مسلمانوں کا فریضہ قرار دیا ہے' تاکہ ان میں نیکی اور پاکیزگی باقی رہے' اور دوسری قوموں میں انہیں جو شرف اور بلند مقام حاصل ہے' وہ حاصل رہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے آداب

(۱) اس فریضہ کو انجام دینے والے کو اس بات کا یقینی علم ہونا چاہیئے کہ وہ جس کام کا حکم دے رہا ہے وہ شریعت کی رو سے واقعی نیکی ہے اور لوگ اسے عملی طور پر ترک کر چکے ہیں۔ اسی طرح جس برائی سے وہ روکنا چاہتا ہے اس کی حقیقت سے واقفیت ضروری ہے اور یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ واقعی اس گناہ کا ارتکاب ہو رہا ہے' اور یہ کام واقعی ان حرام کاموں یا گناہوں میں شامل ہے جو شریعت کی نظر میں بُرے ہیں۔

(۲) اسے خود متقی ہونا چاہیئے جس برائی سے منع کر رہا ہے خود اس کا ارتکاب نہ کرتا ہو' اور جس نیکی کا حکم دے رہا ہے خود اس کا تارک نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ ﴾ (الصف : ۲'۳)

"اے مؤمنو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں؟ اللہ کے ہاں یہ بات بہت ناراضگی کا باعث ہے کہ تم وہ کچھ کہو جس پر خود عمل نہیں کرتے۔"

ایک مقام پر فرمایا:

﴿ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ ﴾ (البقرۃ : ۴۴)

"کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو' حالانکہ تم کتاب بھی پڑھتے ہو؟ کیا تم عقل نہیں رکھتے؟"

(۳) اسے خوش اخلاق ہونا چاہیے' نیکی کی دعوت نرمی سے دے اور برائی سے نرمی کے ساتھ منع کرے' اگر برائی کا مرتکب جواب میں بدسلوکی سے پیش آئے تو داعی دل میں ناراضگی محسوس نہ کرے' اسی طرح جسے نیکی کا حکم دیا گیا ہے وہ اگر کسی قسم کی تکلیف پہنچائے تو داعی غضب ناک نہ ہو جائے بلکہ صبر کرے اور اس کی بدسلوکی کو کھلے دل سے معاف کر دے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ ﴾ (لقمان : ۱۷)

"اور بھلائی کا حکم دے اور برائی سے منع کر' اور تجھے جو مصیبت آئے اس پر صبر کر' یقیناً یہ بہت بڑا کام ہے۔"

(۴) برائی کو معلوم کرنے کے لیے تجسّس نہ کرے' یہ معلوم کرنے کے لیے کہ برائی کہاں ہو رہی ہے۔ یہ مناسب نہیں کہ لوگوں کے گھروں کے اندر کے حالات کے لیے جاسوسی کرے۔ یا مثلاً کسی کی جامہ تلاشی لے کر معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ کپڑوں کے نیچے کوئی ناجائز چیز تو موجود نہیں' یا ڈھکنا اٹھا کر دیکھے کہ برتن میں کیا ہے؟ ایسی حرکتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں لوگوں کے عیب چھپانے کا حکم دیا ہے' اور ٹوہ لگانے یا جاسوسی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلَا تَجَسَّسُوْا ﴾ (الحجرات : ۱۲) "اور جاسوسی نہ کرو"۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ((لَا

تَحَسَّسُوْا)) [7] "ٹوہ نہ لگاؤ"۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:

((مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ)) [8]

"جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔"

(۵) نیکی کا حکم دینے والے کو چاہیئے کہ جسے نیکی کا حکم دینا چاہتا ہے پہلے اسے نیکی سے متعارف کرائے۔ ممکن ہے وہ شخص نیکی اس لیے نہ کر رہا ہو کہ اسے معلوم ہی نہ ہو کہ یہ نیکی کا کام ہے۔ اسی طرح برائی سے روکنے سے پہلے اسے بتائے کہ تم نے جو کام کیا ہے وہ گناہ ہے' کیونکہ ممکن ہے اس نے وہ کام یہ سمجھ کر کیا ہو کہ اس کے کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔

(۶) امر و نہی کا کام اچھے اسلوب سے کرنا چاہیئے۔ اگر نیکی کا تارک نیکی پر عمل نہ کرے یا برائی کا مرتکب برائی سے باز نہ آئے تو اسے اس انداز سے نصیحت کرے جس سے اس کے دل میں نرمی پیدا ہو۔ اسے قرآن و حدیث میں وارد ترغیب و ترہیب پر مشتمل باتیں بتائے۔ اس کے بعد اگر اس کی بات نہ مانی جائے تو ایسے الفاظ استعمال کر سکتا ہے جن میں سختی اور شدت ہو۔ اگر اس سے بھی فائدہ نہ ہو تو عملی طور پر اس بُرائی کو ختم کر دے۔ اگر ہاتھ سے بُرائی ختم نہ کر سکے تو حکومت سے یا دوستوں سے تعاون حاصل کرے اور برائی کا قلع قمع کر دے۔

(۷) اگر کسی میں یہ طاقت نہ ہو کہ وہ ہاتھ سے یا زبان سے برائی کو ختم کر سکے' مثلاً اسے اپنی جان یا مال یا عزت کے متعلق خطرہ محسوس ہو' اور اس سلسلے میں آنے والی مصیبت پر صبر نہ کر سکتا ہو تو پھر اس برائی سے دل میں نفرت رکھے اور یہ پختہ ارادہ رکھے کہ جب بھی مجھے طاقت حاصل ہو گی اسے ختم کر دوں گا۔ اس کی دلیل مذکورہ بالا حدیث نبویؐ ہے: "تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے ختم کر دے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے (منع کرے)' اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے (نفرت رکھے)' اور یہ کمزور ترین ایمان ہے"۔ [9]

حواشی

(۱) صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب کون النھی عن المنکر من الایمان
(۲) سنن الترمذی' کتاب الفتن عن رسول اللہ ﷺ' باب ما جاء فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔
(۳) سنن الترمذی' کتاب الفتن عن رسول اللہ ﷺ باب ما جاء فی نزول العذاب اذا لم یغیر المنکر (ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ) وسنن ابن ماجه' کتاب الفتن' باب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر (ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ)
(۴) سنن الترمذی' کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ' باب ومن سورة المائدة۔ وسنن ابی داؤد' کتاب الملاحم' باب الامر والنھی۔ وسنن ابن ماجه' کتاب الفتن' باب قوله تعالی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ
(۵) صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب کون النھی عن المنکر من الایمان
(۶) مسند احمد' ح ۱۰۷۵۹ و ۱۸۳۴۹ و ۱۸۳۵۱۔ وسنن النسائی' کتاب البیعة' باب فضل من تکلم بالحق عند امام جائر۔ وسنن ابن ماجه' کتاب الفتن' باب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر
(۷) صحیح البخاری' کتاب النکاح' باب لا یخطب علی خطبة اخیه حتی ینکح او یدع' و کتاب الادب' باب ما ینھی عن التحاسد والتدابر۔ وصحیح مسلم' کتاب البر والصلة والاداب' باب تحریم الظن والتجسس .... الخ ودیگر کتب حدیث
(۸) صحیح مسلم' کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار' باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن والذکر
(۹) صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب کون النھی عن المنکر من الایمان

ضرورت رشتہ

دو نوجوان بچیوں کے لئے' جن میں سے ایک میٹرک پاس اور دوسری مڈل پاس کرنے کے بعد دینی علوم کی طالب ہے' نیک کردار' صالح' باروزگار رشتوں کی ضرورت ہے۔

برائے رابطہ: (ب م) معرفت الشفاء ہومیو کلینک وسٹور' چکدرہ بازار چوک ضلع دیر (صوبہ سرحد)

کیا اُمّتِ مُسلمہ کو نئے ممالک فتح کرنے کا مسئلہ درپیش ہے![2]

تحریر: حافظ حامد محمود

بہتر یہی ہے کہ آگے بڑھنے سے پہلے اور جہانگیری اور جہانبانی کے مشن پر روانہ ہونے سے پیشتر آپ اپنی قومی اہلیت کا تعین بھی کر لیں۔ قومی سطح پر اپنی دینی' اَخلاقی اور انتظامی صلاحیت کا جائزہ لے لینا آپ کے اپنے مفاد میں ہے۔ یہ جائزہ لینے کے لئے آپ کو کسی طویل یا پیچیدہ عمل سے گزرنے کی ضرورت نہیں' صرف اپنی موجودہ معاشرتی صورتِ حال اور اب تک کی کارکردگی کے آئینے میں ایک نظر جھانک لینا ہو گا' اس احساس کے ساتھ کہ اس آئینے میں آپ کو جو نظر آ رہا ہے وہ آپ ہی ہیں اور اس آئینے میں آپ جیسا نظر آتے ہیں دنیا دراصل آپ کی وہی شکل پہچانتی ہے۔ مشرقی پاکستان کی بات جانے دیجئے۔ مغربی پاکستان میں بطورِ قوم اپنی حیثیت اور صلاحیت کا تعین ضرور کر لیجئے۔ لاکھوں مربع میل پر مشتمل یہ خطۂ زمین آزاد بھی رہا اور آپ کی قوم کے پاس بھی رہا۔ یہاں گھوڑا بھی تھا اور میدان بھی۔ یہاں نہ انگریز کا قبضہ تھا نہ بد بخت ہندو بنئے کا۔ آپ بھی آزاد تھے اور آپ کا ملک بھی۔ یہاں فوج بھی آپ کی تھی اور پولیس بھی۔ سرکار بھی آپ کی تھی اور عوام بھی۔ جیلیں بھی آپ کی تھیں اور عدالتیں بھی۔ یہاں کے جاگیردار بھی غیر قوم کے نہیں' آپ کے اپنے تھے' اور یہاں کے ہاری بھی آپ کے اپنے ہیں۔[1] سرمایہ دار بھی اپنے تھے اور مزدور بھی۔ ظلم بھی اپنا تھا اور استحصال بھی اپنا۔ فلم سٹار بھی اپنے اور تماشائی بھی۔ طوائفیں بھی اپنی ہیں اور شائقین بھی۔ ریڈیو بھی اپنا اور ٹی وی بھی۔ میڈیا بھی اپنا اور اس میں پلنے والا بدبودار

---

(۱) بھارت میں زمین پر جاگیرداری وڈیرہ شاہی کا نظام عرصہ دراز سے ختم ہو چکا ہے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں۔

شو بزنس بھی۔ بینک بھی اپنے اور سٹاک مارکیٹیں بھی۔ سب کچھ آپ کا اپنا تھا اور ابھی تک ہے۔ افسوس کہ جس آزادی اور حق خود اختیاری کی جلدی مچائی جا رہی تھی اس کا بس یہی استعمال آپ کی قوم اب تک جان سکی ہے۔ خطۂ زمین اور خود مختاری ایسی چیزوں کا صرف یہی مصرف اس کو تا حال معلوم ہو سکا ہے۔ تلخ سہی مگر حقیقت ہے تو یہی! اس حقیقت پر آپ مٹی نہیں ڈال سکتے۔ اس پر دو چار یا دس بیس نہیں، پورے ترپن برس کی گواہی موجود ہے۔

جان چھڑانے کے لئے آپ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ پہلے جو ہوا سو ہوا اب معاملہ مختلف ہے اور معاشرتی سطح پر اب یہاں اللہ کی بغاوت کی کوئی گنجائش نہیں رہی اور تدریج کے فلسفے پر عمل کے نتیجے میں اب یہاں برائی اور فساد کے راستے مسدود ہو چکے ہیں، لہٰذا اس قوم کو مزید خطہ ہائے زمین سونپ دیئے جانے کا اب حق بنتا ہے۔ حقیقت اس سے کہیں تلخ ہے۔ اب تو آپ کے معاشرے سے اس بات کا کوئی عندیہ تک نہیں ملتا کہ یہاں اجتماعی طور پر توبہ کر لینے اور قرآن کو حکمرانی کا عملی حق سونپ دینے پر اتفاق ہو گیا ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی عندیہ ملتا ہے تو یہی کہ معاشرتی فساد اور سماجی استحصال کا سلسلہ ابھی دراز ہے۔ اپنے ظالموں میں ظلم کرنے اور مظلوموں میں ظلم سہنے کی ابھی بڑی سکت ہے۔ نئے موسموں کے فیشن اور آئے سال کے بدلتے انداز اور رجحانات آپ کو یہ بتا دینے کے لئے بہت کافی ہیں کہ شرم و حیاء کے سب بندھن یہاں ایک ایک کر کے توڑ دیئے جائیں تو اب یہ انہونی بات نہیں، بلکہ معمول کا واقعہ ہے، اور اسلامی ثقافت کے کچھ موروثی اثرات اگر کسی وجہ سے معاشرے میں باقی رہ گئے ہیں تو ایسے ہر نقش کہن کو یہاں سے ایک ایک کر کے مٹا ڈالنے کا انتظام بس ہوا چاہتا ہے۔

یہ بات اگر آپ کو مبالغہ نظر آئے تو ایک نظر اپنے اسلامی ملک کے میڈیا (اخبارات و میگزین، ٹی وی، ویڈیو، سینما اور تھیٹر) سے لے کر کالجوں اور یونیورسٹیوں تک پر ڈال لیجئے جو کہ معاشرے کے فعال عناصر کی فکری نشوونما کے معروف ادارے ہیں۔ پھر ایک لمحے کے لئے ان اداروں کی ۱۹۴۷ء میں جو کیفیت تھی اس کا تصور کر لیجئے، پھر موجودہ صورتِ حال کے ساتھ اس کا موازنہ کر کے دیکھ لیجئے کہ قومی سطح پر

یہاں شرم وحیا' اَخلاق اور تہذیبی رویوں کا گراف اوپر جا رہا ہے یا نیچے؟ ذرا یہ موازنہ کیجئے اور بتائیے کہ وہ اسلام جس کی سربلندی کا آپ کو اپنی قومی شاہراہ کے ہر موڑ پر انتظار ہوتا ہے' اس اسلام سے بطورِ ملک وقوم آپ کے فاصلے سمٹ رہے ہیں یا ابھی بڑھ رہے ہیں؟ میرا خیال ہے کہ اگر آپ مسجدوں اور مدرسوں سے باہر آ کر معاشرہ کا سرسری سا جائزہ لینا بھی گوارا کرلیں تو یہ فیصلہ کرنا ہرگز دشوار نہیں۔

اس ترپین سال کے آئینے میں آپ کو بطورِ قوم اور بطورِ ملک اپنا یہی عکس نظر آئے گا۔ دنیا بھی آپ کو بس اسی شکل سے پہچانتی ہے۔ جذبات کو برطرف رکھ کر ٹھنڈے دل سے اس بات پر غور کیجئے اور اس کا اصل سبب تلاش کیجئے۔ اس میں آئینے کا بہرحال کوئی قصور ہے نہ دنیا کا۔ بطورِ قوم' بطورِ ملک اور بطورِ معاشرہ اگر آپ کی اسلامی شکل دنیا کو نظر نہیں آتی تو دنیا کو مطعون مت کیجئے۔ اس میں زور دکھانے کی کوئی بھی تک نہیں۔ ایسی دھونس اور فوجداری کسی دَور میں نہیں چل سکی۔ نصف صدی تک پورے زمانے نے ہمیں جس حوالے سے جانا اور پہچانا ہے اس کا اسلام سے آخر تعلق بھی کیا ہے! جب ایسا ہے تو کیوں نہ پھر یہ تمغہ صرف ''پاکستان'' اور ''پاکستانی قوم'' کے نام پر وصول کیا جائے اور اسلام کو اس مشقت سے معاف ہی رکھا جائے۔ اس کیمپ میں جس جس کو کھڑے ہونا ہے اس کو یہ تمغہ تو بہرحال وصول کرنا پڑے گا۔ محض دھونس سے کام لے کر تو آپ یہ جاہلی تمغہ پہننے سے انکار نہیں کرسکتے۔ اس سے انکار کی کوئی معقول صورت ہو سکتی ہے تو صرف یہی کہ آپ کیمپ سے باہر کھڑے ہو کر بات کریں اور الگ سے اپنا تعارف کرائیں۔

بہتر بھی یہی ہے کہ آپ اپنوں کی تنقید سن لیں اور دشمنوں کو خود پر ہنسنے کا موقع نہ دیں۔ کیا اس کو لطیفہ کہا جائے کہ آج ساٹھ سال گزر جانے کے بعد بھی آپ اسی سادگی سے دنیا میں اسلام کو غالب کر دینا چاہتے ہیں اور اس نیک مقصد کے لئے اب بھی آپ کو زمین درکار ہے! اب بھی آپ یہ تاثر دینے کی کوشش میں ہیں کہ اسلام کو ملکوں اور خطوں کی کمی کا اس وقت شدید مسئلہ درپیش ہے' کیونکہ پچپن (۵۵) ملک اور پچپن (۵۵) قومیں اسلام کے قیام کے لئے انتہائی ناکافی ہیں۔ اسلام کے راستے

میں اب بھی آپ کے خیال میں بس یہی رکاوٹ ہے اور آپ کے نزدیک اس مشکل کا آسان ترین حل یہ ہے کہ امت کے نوجوانوں کو اپنے اپنے ملک کی قیادت کے ساتھ مل کر نئی فتوحات کے لامتناہی مشن پر نکل کھڑے ہونا چاہئے؟ آزادی کی گولڈن جوبلی آپ پورے تین سال پہلے منا چکے ہیں' مگر اب بھی آپ کو اصرار ہے کہ اسلام غالب آنے میں کم بخت دوسری قومیں ہی اصل رکاوٹ ہیں' اس لئے جب تک وہ صفحۂ ہستی سے مٹا نہیں دی جاتیں اپنے ہاں بھی اسلام آنے کی توقع رکھنا خاصا مشکل اور دشوار ہے! ابھی تک آپ یہ کھلی حقیقت تسلیم کرنے پر تیار نہیں کہ اپنے گھروں میں اور اپنے معاشرے میں ہونے والی اللہ کی بغاوت کے آپ خود ہی ذمہ دار ہیں۔ اب بھی آپ یہ سمجھنے کے لئے آمادہ دکھائی نہیں دیتے کہ ''آزادی'' یا ''زمین'' یا ''ملک'' یا ''خود مختاری'' اس قوم کا اصل اور بنیادی مسئلہ نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ نہ پہلے آپ کا بنیادی مسئلہ تھا اور نہ اب ہے' اس قوم کو تو خود ارادی نہیں پہلے خود شناسی کی ضرورت ہے۔ قیامِ پاکستان کے وقت بھی اس کی اصل ضرورت یہی تھی اور اب بھی یہی ہے' اس فرق کے ساتھ کہ خودشناسی کی اس منزل سے آپ کی قوم پہلے کی نسبت قریب نہیں' الٹا دُور ہو رہی ہے (جیسا کہ پیچھے ہم واضح کر آئے ہیں)' اور اس فرق کے ساتھ بھی کہ نصف صدی پہلے یہ بات نظر انداز کرنے پر آپ اگر کوئی عذر رکھ سکتے تھے تو اب اس سے آنکھیں بند کئے رکھنے پر آپ کے پاس کوئی عذر تک نہیں۔

اب بھی وقت نہیں گیا اگر آپ اس بات کا درست فیصلہ کر لیتے ہیں کہ قومی زندگی میں کس مسئلہ کو اوّلیت حاصل ہے اور آپ کا کون سا مسئلہ دراصل بعد کا مسئلہ ہے۔ یہ بات آپ جتنی جلدی طے کر لیں اتنا ہی اچھا ہے کہ اس وقت آپ یا آپ جیسی کسی بھی مسلم قوم کا اوّلین مسئلہ خطۂ ارض اور آزادی نہیں بلکہ خطۂ ارض اور آزادی ایسی اشیاء کا استعمال جاننا ہے...... اس یقین کے ساتھ کہ جس دن آپ لا الٰہ الا اللہ کی روشنی میں ان اشیاء کا صحیح استعمال جان گئے اس دن یا تو اس خطۂ زمین میں واقعتاً آپ اللہ کی بندگی کروائیں گے اور یا پھر آپ یہ مان لیں گے کہ یہ خطۂ زمین بھی دراصل آزاد ہونے کے لائق ہے جس کو غلط فہمی سے آج تک آپ آزاد سمجھتے رہے ہیں' اور باقی خطے بھی اس

کی طرح آزاد کرانے کے غیر اختتام پذیر مشن پر عمل پیرا رہے ہیں۔ لہٰذا آزاد اور مقبوضہ کا مسئلہ بالکل ایک ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کی قوم کا اصل مسئلہ اور اصل بحران کچھ اور ہے' اس کی اصل ضرورت کوئی اور ہے' اور وہ یہ کہ اسے لا الٰہ الا اللہ کا معنی بتا دیا جائے' اسے اللہ کی بندگی کا مطلب سمجھا دیا جائے' سب سے پہلے اس کو غیر اللہ کی بندگی سے تائب کرا لیا جائے۔ یہاں قانون و دستور اور مشاہیر قوم کے مزارات' ارشادات اور مورت پرستی کے جو جو بچھڑے مغرب سے لا لا کر پوجے جا رہے ہیں' ان کی راکھ تک کو پہلے دریا برد کر دیا جائے' لندن اور پیرس کی تہذیب یہاں کوڑے کے ڈھیر میں پڑی نظر آئے' اللہ کی کبریائی کا اعلان صرف ریڈیو اور لاؤڈ سپیکروں پر نہیں طرزِ معاشرت تک سے کر دیا جائے اور محمد ﷺ کی شریعت اور تہذیب کو ان شہروں اور بستیوں میں عملی طور پر نظر آنے دیا جائے۔ اس قوم کے کم از کم مؤثر اور فعال عناصر کو اللہ کے حکم و قانون پر عمل کرنے اور کرانے کا ڈھنگ آتا ہو اور اس کی فکری و ادبی قیادت لادین ادیبوں اور ملحد صحافیوں اور دانشوروں کی بجائے اہل علم کے پاس ہو جو اُسے اللہ اور رسول کی بات بتا اور سمجھا سکیں...... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ۝﴾ (آل عمران:۱۳)

''تمہارے لئے ایک بڑی نشانی ہے ان دو جماعتوں میں جو گتھ گئی تھیں۔ ایک فریق (کیمپ) سبیل اللہ کے لئے برسرپیکار تھا اور دوسرا (اس سبیل اللہ کے ساتھ) آمادہ کفر و انکار۔ بادی النظر وہ انہیں اپنے سے دوگنا دیکھتے تھے۔ اور اللہ تو جسے چاہے اپنی مدد سے قوی کر دیتا ہے۔ یقیناً اس میں آنکھوں والوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔''

یہ نشانی اور یہ عبرت جو اِس آیت میں مذکور ہے' اب ایک عرصہ دراز سے ہمیں نظر آنا بند کیوں ہو گئی ہے اور ہمیں یہ غلط فہمی کیوں ہو گئی ہے کہ حق و باطل کی بنیاد پر دو کیمپوں کی تمیز قائم کئے بغیر تلوار اٹھا لینا اسلام کی صحیح ترجمانی ہے؟ ہمیں تو یہ نشانی اور یہ عبرت لوگوں کو دکھانے کا کام کرنا تھا' پھر خود ہم ہی اس سے محروم کیوں ہو گئے؟ مگر

قرآن نے کوئی بات چھوڑی کب ہے! اس نے تو دیکھنے کے لئے آنکھوں کی شرط ساتھ لگادی ہے..... ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ o﴾

سورۂ محمد (ﷺ) جس کا ایک نام القتال بھی ہے' اور قتال کے موضوع پر بہترین ہدایات پر مشتمل ہے' کا آغاز ہی ان دو کیمپوں کے امتیازی تعارف سے ہوتا ہے جو کئی سال کی محنت سے جزیرۃ العرب میں قائم کر دیئے گئے تھے اور جن کے وجود کو قرآن تلوار اٹھا لینے کا جواز بناتا ہے۔ جی ہاں حق اور باطل کی بنیاد پر دو الگ تھلگ کیمپ' جن میں فرق رات اور دن سے بھی زیادہ روشن اور صاف ظاہر تھا اور عرب کے کسی انسان کی نظر سے اوجھل نہ رہ سکتا تھا۔ ارشادِ ربّانی ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ o وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّھُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّھِمْ کَفَّرَ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَاَصْلَحَ بَالَھُمْ o﴾ (محمد: ۱'۲)

''جن لوگوں نے کفر کی راہ اپنائی اور اللہ کی راہ (سبیل اللہ) میں آڑے بنے رہے اللہ نے ان کے سب اعمال (اور منصوبے) خاک میں ملا دیئے (دوسری جانب) وہ لوگ جو ایمان کی راہ اپنا کر صالح اعمال کرنے لگے اور جو محمد (ﷺ) پر نازل ہونے والی شریعت پر (دل و جان سے) ایمان لائے' جبکہ صرف یہ (شریعت) ہی حق ہے' جو اللہ کی جانب سے ہے' اللہ نے ان کی برائیاں اور گناہ تک دھو دیئے اور ان کے احوال کی خوب اصلاح فرما دی۔''

حق اور باطل کا نظریاتی امتیاز جب دو انسانی کیمپوں کی صورت میں عملی اور واقعاتی شکل اختیار کر جاتا ہے' بلکہ یوں کہیئے کہ حق اور باطل جب انسانی شکل میں آمنے سامنے آ جاتے ہیں.....اور جب دیکھنے والے بھی دونوں فریقوں کے قبیلے اور برادریاں اور ملکوں کے نام بھول کر صرف حق و باطل کی بنیاد پر ان میں تمیز کرنے لگتے ہیں.... جب دیکھنے والوں کے لئے تلواروں اور میزائلوں کی پہچان توحید و شرک کے فرق کی روشنی میں کرنا ممکن ہو جاتی ہے.....جب دو فریقوں کی جنگ کو اللہ کی بندگی اور غیر اللہ کی بندگی کے سوا کوئی اور عنوان نہ دیا جا سکتا ہو.....تو پھر سورۂ محمد اور سورۃ القتال کی رو سے دست بدست جنگ کرنا جائز بلکہ واجب اور ثمر آور ہو جاتا ہے۔ تب (دفاع

ہو یا ہجوم) حق اور باطل میں تلوار سے فیصلے کا وقت ہوتا ہے۔ یہ جھگڑا اتباعِ حق اور اتباعِ باطل کے فرق سے شروع ہوتا ہے... اور اسی پر ختم۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ○ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ ؕ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ○ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ○ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ○ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ○﴾ (محمد:۳-۹)

''یہ اسی لئے تو ہے کہ کافروں نے باطل کی پیروی کی اور مؤمنوں نے حق کی پیروی کی جو کہ ان کے ربّ کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اسی طرح لوگوں کو ان کی ٹھیک ٹھیک حیثیت بتا دیتا ہے۔ تو پھر اب کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو پہلا کام گردنیں مارنا ہے' یہاں تک کہ جب تم ان کو اچھی طرح کچل دو تو باندھ باندھ کر قید کرنے لگو' پھر اختیار ہے کہ چاہے تم اُن کو ازراہِ احسان آزاد کر دو یا فدیہ لے کر ان کی جان چھوڑ دو' تا آنکہ جنگ ہتھیار نہ دھر دے۔ یہ ہے تمہارے کرنے کا کام۔ اللہ چاہتا تو خود اُن سے نمٹ لیتا' مگر اس کی منشا یہ ہے کہ وہ تمہارا (دونوں فریقوں کا) ایک دوسرے کے ذریعے امتحان لے لے۔ جو لوگ اللہ کے لئے جان دیتے ہیں تو اللہ ان کی محنت اور جدوجہد ہرگز اکارت نہیں جانے دے گا۔ وہ ضرور اُن کی راہنمائی فرمائے گا اور ان کے احوال کی خوب اصلاح کر دے گا۔ پھر ان کو جنت میں داخل کرے گا جس سے وہ ان کو واقف کرا چکا ہے۔ ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی نصرت کرو گے تو ضرور وہ بھی تمہاری نصرت کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط جما دے گا۔ رہے کفر کرنے والے' تو ان کے لئے تو بربادی ہی بربادی ہے۔ اللہ نے ان کے سب اعمال اور منصوبے خاک میں ملا دیئے' اس لئے کہ انہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جسے اللہ نے نازل کیا

ہے۔لہٰذا اللہ نے ان کا سب کیا دھرا برباد کر کے رکھ دیا۔"

یہ صرف چند آیات ہیں' ورنہ سورۃ القتال آپ ساری پڑھ جایئے' بار بار یہ آپ کو ایک ہی حقیقت پر لا کھڑا کرے گی۔ یہ حقیقت کیا ہے جو اس سورت کو پڑھتے ہوئے بار بار آپ کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے۔ موازنہ' تمیز' تقابل' وہ بُعد المشرقین جو جزیرہ نمائے عرب میں پائے جانے والے دو گروہوں' دو بلاکوں' دو کیمپوں' دو رویوں' دو تہذیبوں' دو نظاموں اور دو حلقوں میں بالفعل پایا جاتا تھا...... حق اور باطل کا یہ امتیاز جو نگاہ رکھنے والوں کے لئے اللہ کی نشانی تھی.... حق اور باطل کا جیتا جاگتا فرق جو دو اُمتوں کی صورت میں ایک زندہ معاشرتی حقیقت بنا دیا گیا تھا...... جس کے پیچھے اللہ کا فضل تھا اور محمد ﷺ کی چودہ سال کی محنت.. یہ تاریخ کے اس حسین ترین لمحے کے آ جانے کا اعلان تھا جب انسانی دنیا نے محمد ﷺ کے ہاتھ میں تلوار آ جانے کا منظر دیکھنا تھا... ایک ایسی تلوار جس کا نام حق تھا۔ ایسا حق جو چودہ سال کے مختصر عرصے میں تلوار کی صورت دھار چکا تھا۔ صدیوں بعد انسانی دنیا نے یہ وقت دیکھا جب حق کو تلوار میسر آ گئی تھی اور تلوار کو حق' یہ محمد ﷺ کی تلوار تھی جس کی دھاک پھر ہزار سال تک دنیا پر بیٹھی رہی اور اب بھی چودہ سو سال بعد دنیا اسی تلوار کے نکل آنے سے خائف ہے' اور اس کی پوری کوشش ہے کہ مسلمان کے ہاتھ کہیں قرآن سے محمد ﷺ کی تلوار برآمد نہ کر لیں۔

محمد ﷺ کی تلوار تو اللہ کی رحمت ہے جو صرف دنیا کا گندا خون نکالتی ہے۔ اور جب یہ اللہ کی رحمت ہے تو مسلمانوں کو اس سے کوئی کیسے محروم کر سکتا ہے' بشرطیکہ" وہ خود اس سے محروم رہنا نہیں چاہتے...... اس کے لئے شرط بس یہی ہے کہ اس تلوار کو تھامنے کے لئے ایسے ہاتھ بڑھیں جو صرف اللہ کے آگے اٹھتے ہوں...... ایسے ہاتھ جو طاغوت کے ہاتھ میں کبھی نہ دیئے گئے ہوں... جو باطل سے دشمنی اور براءت کو اپنی پہچان بنا چکے ہوں... جو اس بلاک کی نمائندگی کا علَم اٹھائیں جو حق پر قائم ہو اور حق بھی وہ جو محمد ﷺ لے آئے ہیں۔ اور اگر ایسا بلاک زمین پر تیار شدہ حالت میں نہ پایا جاتا ہو جو محمد ﷺ کے لائے ہوئے حق پر قائم ہو تو محمد ﷺ ہی کی طرح اللہ پر بھروسہ کر

کے ایسے بلاک کی تاسیس میں لگ جائیں جو دنیا میں اللہ کی بندگی اور وحدانیت کی شہادت دیتا ہو....اور اگر کچھ بھی نہ ہو سکے تو طاغوت سے کفر و براءت پر تو بہر حال قائم رہیں.... کہ یہ اس کتاب کی رو سے.... جسے محمد ﷺ لے کر معبوث ہوئے ہیں' ایمان کی بنیادی شرط ہے اور حق پر قائم رہنے کا کم از کم تقاضا۔ اور کیا بعید کہ ایمان کی یہ شرط.... کفر بالطاغوت.... پوری کرنے سے خود بخود حق کا وہ بلاک وجود میں آ جائے جو سبیل اللہ کا علَم اٹھانے کا تنہا مجاز (sole authorized) ہوا کرتا ہے۔ اتنا بہر حال واضح رہنا چاہئے کہ قرآن یہ تلوار.... وقتی طور پر بھی.... کسی قومی یا وطنی تحریک کو مستعار دینے کا روادار نہیں۔ یہ تبھی ملتی ہے جب محمد ﷺ کا لایا ہوا حق اس دائرے میں قائم کر لیا جائے جس کو آپ اپنا کہتے ہوں۔ اور یہ حق تب آتا ہے جب باطل چلا جائے۔ باطل بھی آپ کے ہاں رہے اور یہ تلوار بھی آپ کو کام دے' یہ ممکن نہیں' یہ اجتماع الضدین ہے۔ آخر یہ تلوار باطل پر چلنے کے لئے ہی تو مبعوث ہوئی ہے۔

چنانچہ یہ طے کرنا تو آپ کا اپنا اختیار ہے کہ آپ کو کس کیمپ میں کھڑے ہونا ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ آپ کو مجبور کرے کہ آپ اپنی سرگرمی کے لئے کس دائرے کو اپنائیں یا ترک (own or disown) کریں۔ لیکن اگر قرآن میں ذکر ہونے والے غزوہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے الفاظ کا آپ صحیح استعمال کرنا چاہتے ہیں اور محمد ﷺ کی تلوار کا دنیا کو ایک بار پھر نظارہ کروانے کے واقعی خواہش مند ہیں تو اپنے کام کا آغاز معاشرے میں حق اور باطل کے امتیاز اور اللہ کا حق تسلیم کروانے سے کیجئے' اور اپنے اس دائرے میں جسے آپ اپنا کہتے ہیں اور جس کے پرچم تلے آپ کھڑے ہوتے ہیں پہلے غیر اللہ کی بندگی اور اطاعت کا خاتمہ کر لیجئے۔ یہ محمد ﷺ کی تلوار کا کم از کم حق ہے۔ اور اس کا یہ حق خوشی خوشی ادا کر دینا ہر اُس شخص پر فرض ہے جو اسے اٹھانے کی فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہو۔

خاطر جمع رکھئے کہ نماز باجماعت کے لئے اگر طہارت' وضوء' قبلہ رخ ہونا' دخولِ وقت اور مسلمان امام ایسی شرائط موجود ہیں' اور ان شروط کو پورا کئے بغیر اخلاص سے پڑھی ہوئی نماز بھی درست نہیں تو جہاد فی سبیل اللہ ایسی اجتماعی عبادت کی شروط بیان

کرنے میں بھی شریعت نے کوئی غفلت نہیں برتی!

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ○ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۭ﴾ (محمد ۲ ـ ٤)

''وہ لوگ جو ایمان کی راہ اپنا کر صالح اعمال کرنے لگے اور اس چیز پر جو محمد (ﷺ) پر نازل ہوئی (دل و جان سے) ایمان لائے' جبکہ یہ سراسر حق ہے جو ان کے ربّ کی جانب سے ہے' اللہ نے ان کے سب گناہ دھو دیئے اور ان کے احوال کی خوب اصلاح کر دی.... یہ اسی لئے تو ہے کہ کافروں نے باطل کی پیروی کی اور مؤمنوں نے حق کی پیروی کی' جو کہ ان کے ربّ کی جانب سے ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اسی طرح لوگوں کو ان کی ٹھیک ٹھیک حیثیت بتا دیتا ہے۔ تو پھر اب کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو پہلا کام گردنیں مارنا ہے....''

سبحان اللہ! ایک ہی سورت کا نام ''قتال'' اور ''محمد'' کس قدر خوبصورت اور برمحل ہے! اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ !! (بشکریہ سہ ماہی ''ایقاظ'' لاہور)

امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نئی کتاب

اسلام میں عدل اجتماعی کی اہمیت'
اور موجودہ جاگیرداری اور غیر حاضر زمینداری
کے خاتمے کی صورت

جو محترم ڈاکٹر صاحب کی درج ذیل چار تحریروں پر مشتمل ہے:

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن' ۳۶۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور' فون: ۰۳-۵۸۶۹۵۰۱

(۲) نصابِ تعلیم سے قرآنی آیات کا اخراج

اس سے بھی خطرناک معاملہ یہ ہے کہ اب تک ہمارے نصابِ تعلیم میں کچھ نہ کچھ دینی تعلیم کا اہتمام موجود تھا اور اس معاملے میں بتدریج ترقی ہو رہی تھی لیکن موجودہ حکومت نے آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی ہدایت پر میٹرک کے نصاب سے قرآنی آیات خارج کر دی ہیں کیونکہ ان آیات میں اہل کتاب کو سرزنش کی گئی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ فیصلہ بھی کیا گیا ہے کہ عربی زبان کو دینی زبان کے بجائے محض ایک غیر ملکی زبان کے طور پر پڑھایا جائے گا۔ حکومت کے یہ اقدامات بھی اسلام بیزاری اور اتاترک کے نقشِ قدم پر چلنے کا مظہر ہیں۔

(۳) انتخابات میں خواتین کی نمائندگی

بلدیاتی انتخابات میں خواتین کو ۳۳ فیصد نمائندگی دینے کا جو معاملہ یہاں اختیار کیا جا رہا ہے دنیا میں کہیں نہیں ہے۔ البتہ بنگلہ دیش میں بھی خواتین کی ۳۳ فیصد نمائندگی کا قانون بنایا جا رہا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اغیار کی سوچی سمجھی سکیم ہے جسے اسلام پسند ممالک میں نافذ کرایا جا رہا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ بھارت میں ایسا کیوں نہیں کروایا جا رہا؟ وجہ صاف ظاہر ہے کہ بھارت بھی بے حیائی اور عریانی کے فروغ میں مغرب کا پیروکار ہے جبکہ بنگلہ دیش اور پاکستان میں ابھی کچھ شرم و حیا باقی ہے۔ یہاں خاندانی نظام کی دیواریں اگرچہ بوسیدہ ہو گئی ہیں لیکن اپنی بنیادوں پر قائم ہیں۔ ان اقدار کو ختم کرنے کیلئے یہ داؤ آزمایا جا رہا ہے۔ دراصل خواتین کی نمائندگی کا ہتھکنڈہ قاہرہ کانفرنس' بیجنگ کانفرنس اور بیجنگ پلس فائیو کانفرنس کے سوشل انجینئرنگ پروگرام ہی کا حصہ ہے۔ مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ جماعت اسلامی سمیت متعدد دینی جماعتوں نے اس الیکشن میں ڈٹ کر حصہ لیا ہے اور اس اقدام کے خلاف احتجاج کرنے کی بجائے بغلیں بجائی جا رہی ہیں کہ ہمارے اتنے ناظم منتخب ہو گئے ہیں۔ نمایاں دینی سیاسی جماعتوں میں جمعیت علمائے اسلام نے انتخابات کا بائیکاٹ کیا جو قابلِ ستائش ہے۔

تحریک نفاذ شریعت' مالاکنڈ کا دھرنا

صوفی محمد کی تحریک نفاذ شریعت' مالاکنڈ نے اپنا ۱۵ روزہ دھرنا ختم کر دیا ہے۔ پندرہ دن تک دھرنے کو جاری رکھنا واقعتاً بہت بڑی کامیابی ہے۔ دوسری قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ان کا یہ مظاہرہ بہت منظم اور پرامن تھا۔ تاہم میرے نزدیک انہیں اپنا دھرنا اس طرح ختم نہیں کرنا چاہئے تھا بلکہ جیل بھرو تحریک چلانی چاہئے تھی۔ اسی طرح انہیں چاہئے تھا کہ اس مظاہرے سے

پہلے ملک کی دوسری دینی جماعتوں سے مشورہ کرتے اور انہیں بھی اس کام کے لئے آمادہ کرتے جس کے باعث لوگوں میں بھی شعور پیدا ہوتا اور ان کا دھرنا یوں ناکامی سے دوچار نہ ہوتا۔

ان معاملات کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اس خوف ناک صورت حال میں دینی جماعتیں اور مذہبی عناصر صرف ڈھیلے ڈھالے احتجاجی بیانات دینے پر ہی اکتفا کر رہے ہیں۔ حالانکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک پرامن لیکن زوردار احتجاجی تحریک کے ذریعے بے دینی کے اس سیلاب کو روکا جائے۔ اگر حکومت کو اس راستے سے نہ روکا گیا تو مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں عذاب ہمارا مقدر بن سکتا ہے۔ بقول عمران خان' اگر حکومت نے آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے ساتھ وفاداری بشرط استواری کی روش جاری رکھی تو پھر پاکستان میں صرف خونیں انقلاب کا راستہ باقی رہ جائے گا۔

چند عالمی سطح کے علاقائی واقعات

عالمی سطح کے چند علاقائی واقعات سے جن میں چین امریکہ تنازعہ سرفہرست ہے' جہاں پاکستان کے لئے حالات میں کچھ بہتری کی صورت پیدا ہوئی ہے وہاں پاکستان کی سرحدوں کے بالکل نزدیک بھارت کی حالیہ جنگی مشقیں خطرے کی گھنٹی سے کم نہیں' تاہم اس موقع پر چینی وزیراعظم کی پاکستان آمد انتہائی خوش آئند ہے کیونکہ امریکہ سے حالیہ کشیدگی کے پیش نظر چین ہم سے خود بہتر تعلقات کا خواہاں ہے لہٰذا ہمیں اس موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہئے اور چین سے اپنے تعلقات مزید مضبوط کرنا چاہئے۔ اس ضمن میں ماضی کی طرح امریکہ کے کسی نئے جال میں پھنسنے سے گریز کرنا چاہئے۔

اسی طرح حالیہ بھارت بنگلہ دیش کشیدگی بھی امید ہے کہ ہمارے حق میں بہتر ہوگی اور عین ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں بنگلہ دیش سے ہمارے قرب کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔

علاقائی سطح پر دوسرا تشویش ناک معاملہ یہ ہے کہ یو این او نے ایک طرف افغانستان پر ناروا پابندیاں عائد کر رکھی ہیں تاکہ افغان عوام کو طالبان حکومت سے بدظن کر کے اسے کمزور کیا جائے جبکہ دوسری طرف وہ افغان مہاجرین سے ہمدردی کا ڈھونگ رچا کر پاکستان اور طالبان میں دوریاں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ اگر اقوام متحدہ کو افغان عوام سے اتنی ہی ہمدردی ہے تو وہ افغانستان میں کیمپ کھول کر وہاں ان کی امداد سے کیوں گریزاں ہے؟

❁ ❁ ❁

ظروف واحوال

سودی معیشت کے خلاف تحریک ـــــ وقت کی اہم ضرورت

(امیر تنظیم اسلامی کے ۲۵ مئی کے خطاب جمعہ کا پریس ریلیز)

سود کے خاتمے کے حوالے سے ملک کی نمایاں ترین دینی سیاسی جماعتوں کا متفق ہو جانا نہایت خوش آئند ہے۔ چنانچہ اگر موجودہ حکومت یکم جولائی سے سودی نظام ختم نہیں کرتی تو دینی جماعتوں کو متحد ہو کر ملک سے سود کے خاتمے کے لئے بھرپور تحریک ضرور چلانی چاہئے۔ سودی نظام کے خاتمہ کا معاملہ تمام دینی طبقات کے نزدیک اسی طرح متفق علیہ ہے جس طرح پاکستان میں ایوب خان کے بنائے ہوئے عائلی قوانین کو تمام دینی مکاتب فکر کے چوٹی کے علماء نے متفقہ طور پر غیر اسلامی قرار دیا تھا۔ لیکن جس طرح ان غیر اسلامی عائلی قوانین کے خلاف تحریک نہ چلا کر دینی جماعتوں نے ماضی میں عظیم غلطی کی تھی، سود کے معاملے میں انہیں اس غلطی کو دہرانا نہیں چاہئے۔ اگر دینی جماعتوں نے سود کے خلاف متحد ہو کر تحریک چلانے کا یہ سنہری موقع ضائع کر دیا تو ہوسکتا ہے کہ انہیں قدرت کی طرف سے دوبارہ اس غلطی کی تلافی کا موقع ہی نہ ملے۔

سود کے خاتمے کا مقابلہ صرف اندرون ملک سیکولر قوتوں اور دینی جماعتوں کے درمیان ہی نہیں ہوگا بلکہ اسلام دشمن عالمی استعماری قوتیں بھی اس کے مقابلے میں آئیں گی اور ہوسکتا ہے کہ وہ حکومت پر دباؤ ڈالیں کہ سود کی مخالفت کرنے والی دینی قوتوں کو طاقت سے کچل دیا جائے۔ لہٰذا دینی جماعتوں کو نہ صرف متحدہ محاذ قائم کرنا ہوگا بلکہ اس کے لئے نہایت منظم اور مضبوط قدموں کے ساتھ تحریک چلانا ہوگی۔ اس موقع پر عالمی شیطانی قوتیں مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کا داؤ بھی آزما سکتی ہیں تاکہ دینی طبقات کی کوئی متحدہ قوت وجود میں نہ آئے۔ مولانا سلیم قادری کا قتل اسی سازش کا حصہ معلوم ہوتا ہے۔ دینی جماعتوں کو اغیار کی اس سازش کو ناکام بنانے کے لئے باہم دست و گریباں ہونے سے بچنے کی حتی الامکان کوشش کرنا چاہئے۔

امیر تنظیم اسلامی نے اس موقع پر حاضرین اجتماع جمعہ کے سامنے قرارداد پیش کی جس میں کہا گیا کہ یہ اجتماع یو بی ایل کے ذریعے سود سے متعلق عدالتی فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں نظر ثانی کی اپیل داخل کرنے کے حکومتی اقدام کی شدید مذمت کرتا ہے، قرارداد میں حکومت سے یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ سود کے خاتمے سے متعلق قائم کئے گئے مالیاتی کمیشن کی رپورٹ شائع کی جائے اور اس رپورٹ کے متفقہ امور کو فی الفور نافذ کیا جائے۔ امیر تنظیم نے ملک بھر کے مسلمان کھاتے داروں سے اپیل کی کہ وہ یو بی ایل کی تمام شاخوں سے احتجاجاً اپنے اکاؤنٹ ختم کر دیں۔ تمام حاضرین جمعہ نے ان قراردادوں کی تائید کی۔